حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

کی مجالس اور اسفار نشست و برخاست میں بیان فرمودہ انبیاء کرام، اولیاء عظام کے تذکروں، عاشقان الٰہی ذوالاحترام کی حکایات و روایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام و مسائل جن کا ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شراب عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی و عملی، عقلی و نقلی، معلومات و تجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے اور جن کا مطالعہ آپ کی پر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔

جمع فرمودہ : حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رح ، مولانا عبدالحی صاحب رح

ادارہ تالیفات اشرفیہ

اشرفیہ منزل چوک فوارہ بیرون بوہڑ گیٹ

ملتان - پاکستان فون: 540513

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چارشنبہ ۴ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص میں

حقیقی آزادی:۔

۔فرمایا آج کل حریت کا غلبہ ہے مگر حریت وہ مطلوب ہے جس میں راحت ہو اور شرعی حدود کے اندر ہو نہ کہ جس سے حدود میں دخل پڑے، مجھے تو یہاں تک آزادی کی قدر ہے کہ ایک دفعہ ریل میں ایک ڈپٹی کلکٹر صاحب کا ساتھ ہو گیا۔ خواجہ صاحب نے تعارف کرایا۔ اتنے میں مغرب کا وقت آ گیا۔ ہم سب نے نماز کا اہتمام کیا مگر وہ بیٹھے رہے۔ ان کا نام عزیز الدین تھا، خواجہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم ان سے نماز کو کہو تو اثر ہو گا میں نے کہا کہ جنت میں تو جائیں عزیز الدین اور احسان ہو اشرف علی پر۔ میں بلاضرورت زیادہ روک ٹوک نہیں کیا کرتا کہ دوسرے کے مقصود آزادی کے خلاف ہے۔ البتہ ضرورت شرعیہ مستثنیٰ ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید نماز کے بعد یہ منہ سے بھی نہ بولے گا مگر میں ان سے ویسے ہی انبساط کے ساتھ ملا اور باتیں کرتا رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ کہتے تھے کہ اس نے تو مجھے ذبح ہی کر دیا۔ اگر نماز کے لئے مجھ سے کہتا تو مغرب تو پڑھ لیتا مگر اسکے بعد پھر کچھ نہیں اور اب مغرب تو قضا ہوئی مگر اور سب نمازیں قائم ہو گئیں۔ پھر ایک عرصہ کے بعد وہ ہمارے ضلع میں سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو کر آئے اور میرے پاس ملنے آئے تو ان کے اردلی سے معلوم ہوا کہ اب نماز کے بہت پابند ہو گئے ہیں حتیٰ کہ اجلاس بھی وضو کر کے کرتے ہیں

تو حریت کے حدود یہ ہیں اور اگر حریت ایسے ہی عام ہے تو میں کہتا ہوں کہ پھر حریت علی الاطلاق مطلوب ہی نہیں بلکہ بعض اسیری بہتر ہے ایسی آزادی سے۔قال السعدیؒ ؎

اسیرش نخواہد رہائی زبند شکارش نجوید خلاص از کمند

قال الرومیؒ ؎

گردو صد زنجیر آری بگسلم غیر زلف آں نگار

صحیح محبت:۔

۲-فرمایا میرے اس سفر میں جو خط سے آنے کی اجازت مانگتا ہے تو میں لکھ دیتا ہوں کہ کچھ معلوم نہیں کہ جب آؤ تو میں ہوں یا نہ ہوں اور اس وقت مصلحت یا فرصت ملنے کی ہو یا نہ ہو۔بعض ذہین ہوشیار آدمی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگر تم نہ ہوئے یا ہمیں اجازت ملنے کی نہ ہوئی تو ہم کو رنج نہ ہوگا مگر ایک مخلص نے لکھا ہے کہ میں حالت موجودہ میں اسلئے نہیں آتا کہ اگر میں آیا اور تم نہ ہوئے اور پھر تم کو معلوم ہوا تو تم کو اس کا رنج ہوگا کہ فلاں شخص آیا تھا مگر میں نہیں ملا۔تو تمہارا یہ واقعی رنج مجھ کو گوارہ نہیں اس لئے نہ ملنے کو ملنے پر ترجیح دی کسی ایسے ہی عاشق کا شعر ہے ؎

ارید وصاله ویرید هجری فاترک ما ارید لما یرید

عارف شیرازیؒ نے گویا اسکا ترجمہ کیا ہے ؎

میلِ من سوئے وصال و میل او سوئے فراق ترک کام خود گرفتم تا برآید کار دوست

محبت میں رونے پر ہنسنے کو ترجیح

۳-فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے تو محبت میں رونا آتا ہے دعا کیجئے کہ یہ محبت قائم رہے۔میں نے جواب دیا کہ میں تو ہنسنے کی محبت کی دعاء کرتا ہوں نہ کہ رونے کی محبت کی البتہ باطنی حالت ایسی ہونا چاہئے جیسا کہا گیا ہے ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکی در بزم رنداں شو کہ بینی خندہ برلبہا و آتش پارہ در دلہا

تحقیرِ امراء

۴-فرمایا ہمارے حضرت (قدس سرہ) فرماتے تھے کہ بعض درویشوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ امراء کی قصداً تحقیر کرتے ہیں فرمایا کہ یہ تو کبر ہے ہاں لپٹنا نہ چاہئے لیکن اس کی رعایت کرنا چاہئے نہ کہ امیر ہونے کی بناء پر بلکہ نعم الامیر ہونے کی بناء پر جیسا کہا گیا ہے "نعم الامیر علی باب الفقیر" وہ جب ہمارے دروازہ پر آ گیا اور امارت کو رخصت کر دیا تو امیر کہاں رہا اب اس کے نعم ہونے کی رعایت ہوگی۔

نزلوا الناس علی منازلھم

۵-فرمایا حذیو مصر کے پیر بہت بوڑھے تھے جب حج کے واسطے مکہ آئے تو ہمارے حضرت سے ملنے کے لئے پیدل آئے شریف مکہ نے سواری کا انتظام کرنا چاہا تو کہا کہ شیخ کے یہاں سوار ہو کر جانا سوءِ ادب ہے۔ حضرت نے ان کی شان کے موافق خوب سامان کیا۔ چاء وغیرہ کا تو ایک صاحب نے کہا حضرت کو اس کی کیا ضرورت تھی فرمایا نزلوا الناس علی منازلھم وہ حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ میری طرف توجہ فرمائیے۔ حضرت نے چاء پیش فرمائی انہوں نے عرض کیا کہ چاء کی کیا ضرورت ہے۔ بس توجہ فرما دیجئے فرمایا وہ بھی ہو جائے گا چاء سے فارغ ہو کر گردن جھکا کر بیٹھ گئے۔ حضرت بھی متوجہ ہو گئے۔ پھر سر اٹھا کر بولے کہ الحمد للہ جیسا سنا تھا اس سے بدرجہا زیادہ پایا حضرت نے فرمایا کہ نہیں میں کیا چیز ہوں تو بگڑ گئے اور کہا کیا میں اندھا ہوں۔

علوی سیّد نہیں

۶-فرمایا بعض علوی خود کو سید سمجھتے ہیں یہ غلطی ہے خدا جانے کہاں سے کہتے ہیں۔ سید تو عرف میں صرف بنی فاطمہ ہیں ہاں کوئی اصطلاح ہی بدل دے تو دوسری بات ہے۔

خلافتِ الٰہی کا دعویٰ

۷-ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص نے خلیفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نظام دکن کو

اپنے خلیفۃ اللہ ہونے کا اشتہار بھی بھیجا ہے۔ ایک معنیٰ سے تو صحیح ہے (کہ آدم و اولاد آدم انی جاعل فی الارض خلیفہ کے مصداق ہیں) مگر اس میں تو عموم ہے اور اس شخص کی مراد خاص ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

حدیث کو تصوف کا تابع نہیں ہونا چاہئے

۸- فرمایا میرے ماموں صاحب مقیم حیدر آباد خود اپنے متعلق کہتے تھے کہ ان کو مولوی محمد شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ پیر جی صاحب حدیث تو شروع کر دی ہے مگر اسے اپنے تصوف میں نہ ڈھال لیجئے اور ان ہی مولوی صاحب کا یہ مقولہ بھی نقل فرمایا کہ میں نے اس سے بڑا کافر کوئی نہیں دیکھا جو ایک کفر بکتا ہے اور پھر اس پر کہتا ہے قال اللہ تعالیٰ او قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

لطیفہ

۹- فرمایا کہ بارش ہوئی تو ایک صاحب بھاگے دوسرے صاحب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بھاگتے ہو تو خوب جواب دیا کہ اس لئے بھاگتا ہوں کہ پیروں میں نہ آئے۔

آج کل استدلال

۱۰- فرمایا ایک صاحب نے قل یا یہا الکفرون سے واحدۃ الوجود کو ثابت کیا ہے اسطرح کہ لا اعبد ما تعبدون میں لا زائد ہے یعنی میں بھی اسی کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم کرتے ہو کہ ان سب میں بھی وہی ہے۔ لیکن لا کے زائد ہونے پر دلیل کچھ نہیں۔ دلیل دی تو یہ کہ جب شراب حلال تھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز میں قل یا پڑھی اور لا چھوڑ گئے۔ اس میں لا کے زائد ہونے کو ظاہر فرما دیا اس وقت تک لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکریٰ نازل نہ ہوا تھا۔ کسی نے کہا کہ یہ تو نشہ کا قصہ ہے اس میں دلیل کیسے ہو سکتی ہے کہنے لگے کہ ملانوں کے ڈر کے مارے تھوڑی سی پی لی تھی تاکہ نشہ سے معذور سمجھیں ورنہ لا قصداً چھوڑا ہے اور نشہ ہوتا تو ساری نماز کیسے پڑھتے یہ حال ہے آج کل کے استدلال کا جس کا فساد اظہر من الشمس ہے اگر نشہ میں نماز ممکن نہ ہوتی تو لا تقربوا الصلوٰۃ الخ کے نزول ہی کی کیا ضرورت تھی۔

آج کل کا تصوف

۱۱- اب تو تصوف میں اتنا توسع ہو گیا کہ قرآن حدیث تو کیا استدلال میں عربیت کی بھی ضرورت نہیں رہی ایک شخص کہا کرتے تھے۔ والیل اذا یسجی اے نفس تیری یہی سجا۔ اے شاید ترجمہ ہو واو کا اور نفس لیل کا بمناسبت ظلمت کے اور یہی اذا کا کیونکہ اس میں ذا بھی ہے جو اسم اشارہ ہے۔ سجا سجا۔ ہی ہے (یعنی سزا) اور اس پر بھی جو سمجھ میں نہ آئے وہ رمز ہے۔

۱۲- فرمایا چھوٹے ماموں صاحب کہتے تھے کہ ان سے ایک فقیر ملا اور ان سے پوچھا کہ بتاؤ رزق بڑا ہے یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انہوں نے کہا انہوں نے کہا کہ نہ اس عنوان سے شریعت میں تعلیم ہوئی ہے اور نہ اس کی ضرورت۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوقات ہیں اور رزق ایک مخلوق ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اشرف ہیں۔ بولا معلوم ہوا کہ بے پیرے ہو پھر اپنا حقہ اٹھا کر سر پر گھما کر کہا کہ دیکھ اشہد ان محمدا رسول اللہ پہلے اَن ہے پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اَن ہندی میں رزق کو کہتے ہیں اگر آن اشرف نہ ہوتا تو پہلے کیوں ہوتا۔

آج کل کی درویشی

۱۳- فرمایا دارا شکوہ ایک درویش سے ملنے گئے جو واہی تباہی بکتا تھا وزیر بھی ساتھ تھے دارا شکوہ نے پوچھا کہ عمر شریف۔ بولے کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمہارے دادا اکبر سے لڑائی ہوئی تھی تو ہم تمہارے دادا کی طرف تھے وزیر نے کہا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تاریخ دانی بھی معلوم ہو گئی اور ایمان بھی تو دارا شکوہ نے ڈانٹ دیا کہ بزرگوں پر اعتراض نہیں کرتے۔ کوئی کیا جانے رمز کیا ہے۔

مضامین تصوف تفسیر نہیں

۱۴- فرمایا لوگ تصوف کے مضامین کے ارشارات کو تفسیر سمجھ لیتے ہیں حالانکہ نہ وہ اشارات یقینی ہیں نہ ان سے تفسیر مقصود ہے یہ تو علم اعتبار کہلاتا ہے۔

استنباطات کا درجہ فقہی قیاس سے بھی کم ہے

۱۵- فرمایا میں التقصیر فی التفسیر میں نے ایسے استنباطات کا درجہ لکھ دیا ہے کہ یہ فقہی قیاس سے بھی کم درجہ کے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فقہی قیاس میں تو غیر منصوص کو منصوص کے ساتھ لاحق کر کے اس پر حکم کرتے ہیں اور وہ بھی جہاں دلیل مستقل نہ ہو تو یہ غیر منصوص بھی علت کے واسطہ سے نص کا مدلول ہوتا ہے اور قیاس مظہر ہے اور صوفیہ کے قیاسات اگر اور دلیل سے ثابت نہ ہوں تو ان نصوص سے ثابت ہی نہیں ہوتے یہ اعتبار محض ایک تشبیہ کا درجہ ہے جس میں وہ تشبیہ موثر فی الحکم نہیں ہوتی جیسے کسی شاعر نے کہا ہے

فدا گنگ وجمن بر ہر دو چشم اشکبار من ــــ نمی آئی چرا از بہر اشنان در کنار من

یا جیسے ناسخ کا شعر ہے

تین تربنی ہیں دو آنکھیں مری ــــ اب الہ آباد بھی پنجاب ہے

بس ان کا یہ درجہ ہے۔

قرآن پاک سے سیاست جدید کا استنباط تحریف ہے

۱۶- فرمایا آج کل بعض لوگوں نے قرآن شریف کی آیتوں سے نئی سیاست کو مستنبط کرنا شروع کر دیا ہے یہ ایک قسم کی تحریف ہے۔ ایک صاحب نے اس مضمون کو کہ کافر کی حکومت پر جائز نہیں آیت ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا سے مستنبط کیا ہے کہ جب ایک مسلمہ کا کافر کے تحت میں رہنا جائز نہیں تو بہت سے مسلمانوں کا کسی کافر کے ماتحت رہنا کیسے جائز ہوگا لیکن اس مضمون کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں البتہ دوسری دلیلوں سے ثابت ہے اور اگر اسی دلالت کی بناء پر یہ کہا جائے کہ دوسری آیت میں ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکہ کا مسلمان کے تحت میں رہنا جائز نہیں تو بہت مشرکوں کا مسلمانوں کی رعایا بن کر رہنا بھی جائز نہ ہوگا تو اس کا کیا جواب دیں گے یہ حال ہے ان استنباطوں کا تعجب ہے کہ طلبہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد جوق در جوق یہ ترجمہ پڑھنے جاتے ہیں۔

حضرت کا امتیاز دیگر مشائخ سے

۱۷-فرمایا آج کل ایک ایسے ہی مفسر نے مجھ سے تربیت کی درخواست کی ہے۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ پہلے یہ بتاؤ کہ جو تفسیر تم نے لکھی ہے وہ حق ہے یا ناحق اگر حق ہے تو مجھ میں تم میں مناسبت نہیں۔ اور اگر وہ ناحق ہے تو کیا اس سے رجوع کا اعلان کر لیا ہے۔ اس کا جواب گول لکھا ہے کہ اگر تربیت اسی پر موقوف ہے تو میں رجوع کا اعلان کر دوں گا جن لفظوں میں آپ لکھیں گے اعلان کر دوں گا۔ لیکن اس کا تو یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ اسے حق تو اب بھی سمجھتے ہیں مگر مجبوری کو اس کے خلاف اعلان کر دیں گے۔ آخر اسی کی کیا ضرورت ہے کہ مجھ سے رجوع کریں بہت سے ایسے مشائخ ہیں جہاں مشرب کی پوچھ ہی نہیں ہوتی۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ آتو جائے پھر ٹھیک کر لیں گے اور یہاں یہ ہے کہ پہلے ٹھیک ہو جائے تب آئے اور تجربہ یہ ہے کہ ویسے آنے سے پھر ٹھیک نہیں ہوتا۔ اہل فن کہتے ہیں کہ آخری مقام فنا ہے اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اول مقام فناء ہے مولانا کے کلام سے اس کی تائید ہوتی ہے ؎

ہیچ کس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

اور دونوں قولوں میں تعارض نہیں رائے کا فنا ہونا اول ہے اور امراض کا فنا ہونا آخر میں ہے جیسے کسی طبیب کے پاس کوئی جائے اور دواؤں میں رائے دیتا رہے تو علاج نہ ہوگا دواؤں کے متعلق رائے کا اول فنا کرنا ضروری ہے پھر امراض فنا ہوں گے تو اول رایوں کا فنا ہے اور آخر میں امراض کا اس لئے یہ بھی ٹھیک ہے اور وہ بھی ٹھیک ہے۔

حقیقی غلامی

۱۸-فرمایا ایک شخص نے ایک غلام خریدا اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے اس نے کہا اب تک تو جو نام تھا تھا اب وہی نام ہے جس نام سے آپ پکاریں۔ انہوں نے پوچھا کہ کھانے پینے میں کیا معمول ہے اس نے کہا کہ اب تک جو تھا وہ تھا اب سے وہ ہے جو آپ کھلائیں گے پلائیں گے تو بندہ کا معاملہ حق تعالیٰ سے کم سے کم ایسا تو ہونا چاہئے۔

فناء کی حقیقت

۱۹-فرمایا ایک صاحب آج کل تازہ معتوب ہیں یوں تو ایک جماعت کی جماعت ہے کہ میں ان کا معتوب ہوں وہ میرے معتوب ہیں۔ مگر ایک صاحب تازہ ہیں انہوں نے شدت اشتیاق میں خط لکھا کہ میں المتلاقون فی اللّٰہ کے تحت میں حاضر ہوتا ہوں لیکن مجھے بہت ثقیل معلوم ہوا کہ آپ یہ جتلاتے ہیں کہ گویا میری نظر اس حدیث پر نہیں ہے گویا انہوں نے تو رعایت کی اس حدیث کی اور میں نے نہ کی۔ دوسرے مجھے متاثر کرنا چاہتے ہیں کہ عذر نہ کرسکوں کیونکہ حدیث کے خلاف ہوتا ہے سو یہ فنا کے خلاف ہے کہ اپنا علم جتایا جاتا ہے ہاں علم رکھتے۔ نیت یہی رکھے مگر مجھے اس کا جتانا فنا کے خلاف ہے۔

ایک عام غلطی کی اصلاح

۲۰-فرمایا ایک طالب علم حدیث پڑھنا چاہتا تھا میں نے کہا کہ معاش کی کیا صورت ہے کہنے لگے وما من دابۃ فی الارض الاعلی اللّٰہ رزقھا میں نے کہا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ گویا میں اس آیت سے جاہل ہوں ورنہ پوچھتا ہی کیوں تو ایسے جاہل شخص سے پڑھنے سے کیا فائدہ۔

اپنے بڑے کے سامنے کمال کا اظہار گستاخی ہے

۲۱-ایک صاحب نے مجھ کو عربی میں خط لکھا اور اپنی اصلاح کی درخواست کی میں نے لکھ دیا کہ مفید کا مستفید سے اکمل ہونا ضروری ہے۔ میں عربی میں اچھی طرح لکھ نہیں سکتا۔ آپ لکھ سکتے ہیں۔ ایک صاحب نے اس کی توجیہ میں یہ لکھا کہ عربی اہل جنت کی زبان ہے اور محبوب ہے اس لئے عربی میں لکھا ہے تو میں نے لکھا کہ قسم کھا کر لکھو کہ یہ نیت تھی اور اگر یہی داعی ہے تو جب یہاں آؤ گے تو کیا گفتگو بھی عربی ہی میں کرو گے بس ٹھیک ہے۔

فناء کی شان

۲۲-فرمایا میں نے ایک صاحب کو مشورہ دیا کہ تم کو مجھ سے مناسبت نہیں اس لئے فلاں

بزرگ سے رجوع کرو تو انہوں نے اوروں سے کہا کہ یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی اپنی بیوی سے کہہ دے کہ فلاں کی بغل میں جا بیٹھ مگر ایک صاحب نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم اگر مجھے کسی بھنگی کے سپرد کر دیں تو فوراً اس سے رجوع کر لوں پھر اگر نفع نہ ہو اطلاع کروں لیکن اگر پھر بھی وہیں حکم ہو تو وہیں رہوں۔ یہ ہے فنا کی شان۔

اصلی بیعت قلبی لگاؤ کا نام ہے

۲۳۔ فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب سے ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی سے ہو جاؤ۔ کچھ دنوں کے بعد پھر درخواست کی تو فرمایا کہ ہم نے تو کہا تھا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے ہو جاؤ انہوں نے عرض کیا کہ وہاں بیعت تو کر آیا فرمانے لگے پھر کیوں درخواست کرتے ہو عرض کیا کہ وہاں تو آپ کے فرمانے سے ہو گیا آپ دس جگہ فرمائیں گے تو ہو جاؤں گا مگر اپنے دل سے تو آپ سے ہی ہوں گا آپ کریں یا نہ کریں۔

حافظ ضامن صاحب شہید کا بیعت ہونا

۲۴۔ فرمایا حافظ محمد ضامن صاحب اور حاجی صاحب میں یہ ٹھہرا تھا کہ دونوں ایک ہی جگہ مرید ہوں گے۔ حضرت کو یاد نہ رہا۔ جب مرید ہو چکے تو تیسرے چوتھے روز لوہاری حضرت میاں جی صاحب کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے پوچھا کہاں جایا کرتے ہو فرمایا میاں جی صاحب سے بیعت ہو گیا ہوں۔ فرمایا کیا وعدہ بھول گئے فرمایا ہاں بھول گیا اگلے روز آپ بھی گئے اور بیعت کی درخواست کی تو میاں جی صاحب نے انکار کر دیا آپ خاموش رہے۔ حالانکہ بہت تیز مزاج تھے مگر باوجود خاموشی کے دوسرے تیسرے روز برابر جاتے آخر ایک روز میاں جی صاحب نے ہی پوچھا کہ حافظ صاحب کیا اب بھی وہی خیال ہے آپ نے کہا کہ حضرت میں تو اپنے دل سے ہو ہی چکا ہوں مگر قیل و قال کو خلاف ادب سمجھ کر کچھ عرض نہیں کیا۔ فرمایا اچھا وضو کرو اور دو نفل پڑھ کر آؤ اور بیعت فرما لیا اور حاجی صاحب نے بیعت کے متعلق ایک خواب دیکھا تھا حاضر ہوئے تو میاں جی صاحب نے پوچھا کیسے آئے ہو آپ نے عرض کیا کہ کیا آپ کو

خبر نہیں فرمایا میاں خواب وخیال کا کیا اعتبار حاجی صاحب نے رونا شروع کیا تو تسلی فرمائی اور فرمایا جو چاہو گے وہ ہو جائے گا اور فوراً مرید فرمالیا اور حافظ صاحب کو ٹالا تھا اسی کا یہ اثر رہا کہ حاجی صاحب تو فوراً بیعت فرمالیتے تھے اور حافظ صاحب بہت ٹالتے تھے چنانچہ تمام عمر میں حافظ صاحب کے کل آٹھ شخص مرید ہوئے رجوع حضرت حاجی صاحب کی طرف بہ نسبت ان کے دوسرے پیر بھائیوں کے زیادہ تھے۔ مولانا شیخ محمد صاحب کے ساتھ جائیداد کا قصہ تھا۔ شیخ کو تو ان چیزوں سے الگ ہی رہنا مصلحت ہے۔ انگریزی حکام ملازمین کو بھی تجارت وغیرہ کی قانوناً اجازت نہیں اس لئے کہ ایک وقت میں دو کام پورے طور پر ہو نہیں سکتے۔ دوسرے کاموں کے چھوڑنے والوں کو لوگ کہتے ہیں یہ اپاہج ہو کر بیٹھ رہے مگر ہمیں تو یہ اپاہج کا لقب فخر ہے۔ ارشاد فرمایا ہے **للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یہ لا یستطیعون** اپاہج ہی کا تو ترجمہ ہے۔ شعر

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند   از ہمہ کار جہاں بے کار ماند

حضرت حاجی صاحب کے یہاں کوئی چیز نہ تھی سوائے اللہ ورسول کے اسی لئے حضرت کے یہاں ہر قسم کے لوگ تھے۔ غیر مقلد بھی وہابی بھی، بدعتی بھی اور سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے اختلافیات میں کسی سے کوئی شرط نہ تھی۔ فرمایا کرتے تھے میاں سب ٹھیک ہو جائیں گے آنے دو اور یہ حالت حضرت کے شایاں تھی دوسروں کو ایسا مناسب نہیں۔ ایک غیر مقلد کو بیعت فرمایا دو تین دن بعد علم ہوا کہ انہوں نے رفع یدین اور آمین بالجہر سب چھوڑ دی تو خوش نہیں ہوئے اور فرمایا بلاؤ وہ آئے تو فرمایا اگر تمہاری رائے ہی بدل گئی ہو تو خیر ورنہ اگر میری وجہ سے ہوا ہو تو ترک سنت کا وبال میں اپنے ذمہ نہیں لیتا۔ یہ بھی سنت ہے وہ بھی سنت ہے۔ سبحان اللہ حدود کے اندر کیسا توسع تھا اگر ہر شخص ایسا توسع کرے تو وہ حدود ہی سے نکل جائے۔

مولانا امیر شاہ خان صاحب بدعات سے سخت متنفر تھے

۲۵- فرمایا مولوی امیر شاہ خان صاحب رسوم و بدعات کے بہت سخت مخالف تھے اور کسی کو نکیر

سے نہ چھوڑتے تھے مگر ہمارے حضرت کے بہت معتقد تھے۔ حضرت سے کبھی ایسی گفتگو نہیں کی۔ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ حضرت کے سامنے نہیں بولتے تو حضرت کے سامنے ان کو چھیڑتے تھے اب اگر کچھ کہیں تو حضرت کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے۔ بس یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ باہر چل کر پوچھنا حضرت کو اس کا علم ہو گیا تو فرمایا ان کو کچھ نا کہا کرو یہ میرے ادب سے بولتے نہیں تم ادب نہ توڑو۔ انہیں دوسرے اشخاص کے باب میں شبہات تھے مگر حضرت کے بارہ میں کوئی شبہ نہ تھا جانتے تھے کہ حضرت حدود سے آگے نہیں ہیں۔

پنجشنبہ ۵ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص میں

ناموں میں قافیوں کی رعایت

۲۶- ایک صاحب محمد شعیب نام کا خط آیا ان کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تھی ان کے لئے نام دریافت کیا تھا فرمایا اگر لڑکا ہوتا تو صہیب وخبیب نام لکھتا یہ دونوں دو صحابیوں کے نام ہیں۔ اس بچی کی دو بہنوں کا نام بھی میں نے ہی تجویز کیا ہے یعنی رجیحہ اور فصیحہ تو اس کا نام صبیحہ ہونا چاہئے۔ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اس کی ماں کا نام خدیجہ تھا مجھے قافیوں کا بہت خیال رہتا ہے بہت سوچا تو سورہ ق میں بہیج ملا جس کی مونث بہیجہ ہے پھر فرمایا اگر میں شاعر ہوتا تو بہت قافیے سوچنے پڑتے خدا کا شکر ہے کہ شاعر نہیں ہوں اب بہت کم مشقت پڑتی ہے۔ وصل بلگرامی صاحب بولے کہ شاید اور تو اس کا قافیہ نہ ہو فرمایا ہے ولیجہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ پھر کچھ اور گفتگو کے بعد فرمایا کہ صبیحہ تو ایک ظرافت تھی ہاں صبیحہ نام اچھا معلوم ہوتا ہے آخر لوگ حسینہ جمیلہ نام رکھتے ہی ہیں (جمع کنندہ کہتا ہے کہ ملیحہ سے صبیحہ زیادہ خوبصورت ہے۔)

قرآن وحدیث کا ادبی امتیاز

۲۷- فرمایا ایک ادیب عیسائی کا قول ہے کہ جتنے اعلیٰ درجہ کے لغت ہیں قرآن مجید میں چھانٹ لئے گئے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں کثرت سے وہ لغت ہیں جو

حدیث شریف میں بھی نہیں اور جو حدیث شریف میں ہیں وہ دوسروں کے کلام میں نہیں۔

ایضاً

فرمایا میں نے ایک طالب علم سے کہا تھا کہ اتدعون بعلاوتذرون احسن الخالقین اگر غیر اللہ کا کلام ہوتا تو تذرون کی جگہ تدعون ہوتا۔ مگر معنی کا لحاظ فرمایا گیا ہے اس لئے صنعت کی رعایت نہیں کی گئی۔ (جمع کنندہ عرض کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ تدعون اور تذرون میں صنعت جناس نہیں رہی اگر لفظوں کی رعایت ہوتی تو بجائے تذرون کے تدعون ہوتا اور صنعت پیدا ہوتی اگر یہ غیر اللہ کا کلام ہوتا تو وہ اس لفظی رعایت کو مقدم رکھتا لیکن دونوں میں جو معنوی فرق ہے کہ تذرون جان بوجھ کر چھوڑنے کیلئے ہے اور تدعون عام ہے تو تذرون کہنے سے یہ معنی ہوئے کہ تم اللہ کو باوجود پہچاننے کے کہ ہر چیز کا خالق وہی ہے چھوڑتے ہو تو اب چھوڑنے کی شناعت میں مبالغہ ہو گیا اور تدعون میں یہ نہ ہوتا تو معنی کی رعایت کو لفظوں کی رعایت پر مقدم فرمایا گیا۔

آیت قرآنی اور موزونیت

۲۹-فرمایا قرآن شریف کی آیتوں میں بعض اجزاء موزون بھی ہیں جیسے ویرزقه من حیث لا یحتسب تو ان پر اشکال ہوتا ہے کہ دوسری جگہ فرمایا ہے وما عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وما ینبغی له اور وزن سے شعر ہو گیا تو جواب یہ ہے کہ شعر صرف کلام موزوں ہی کو نہیں کہتے بلکہ وہ ہے جس میں وزن کا قصد بھی کیا گیا ہو مگر اب یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان میں وزن تو ہے اور کوئی حادث بدون حق تعالیٰ کے قصد ہو نہیں سکتا اس لئے وزن کا بھی قصد ہو گا پس اشکال عود کر آیا تو جواب یہ ہے شعر وہ ہے جس میں وزن من حیث الشعریت مقصود ہو مطلق وزن کا قصد کافی نہیں اور یہاں یہ نہیں۔ ایک طالب علم نے عرض کیا کہ عروض والوں نے تو یہ جواب دیا ہے کہ شعر میں وزن کا قصد اوّلی ضروری ہے اللہ و رسول کے کلام کا مقصود اوّلی وزن نہیں فرمایا کہ میری نظر کتابوں پر زیادہ نہیں اور عروضیوں کے اس جواب پر اشکال ہے کہ لازم آتا ہے کہ قصد اوّلی یعنی بلا واسطہ نہیں قصد بالتبع ہے یعنی بلا قصد اوّلی وزن لازم گیا ہے۔ حالانکہ وہاں ہر حادث کے ساتھ قصد بلا واسطہ متعلق ہوتا ہے یہ نہیں

کہ قصد تو گیا ایک حادث کا پھر اس سے دوسرا حادث بلا قصد لازم آ گیا ہو اور میرا جواب اس قصد ہی کی نفی کرتا ہے جو شعر کی شرط ہے یعنی وہ وزن جو من حیث الشعریت مقصود ہو یہاں وزن من حیث الشعریت کا قصد ہی نہیں اور مطلق وزن کا قصد شعریت کے لئے کافی نہیں۔ وصل صاحب بلگرامی نے پوچھا کیا کہیں ایسا بھی ہے کہ صورۃً دو مصرع مسلسل آ گئے ہوں فرمایا ہاں آ ئے ہیں۔

ثم اقررتم وانتم تشهدون۔ ثم انتم ھؤلاء تقتلون ۔

خدا تعالیٰ خالق خیر و شر ہے

۳۰- فرمایا محققین نے تصریح کی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ خیر و شر دونوں کے خالق ہیں اور خلق شر میں حکمت ہے اس لئے شر حق تعالیٰ کی نسبت سے شر نہیں ہے کیونکہ اس میں حکمت ہے البتہ ہماری نسبت سے شر ہے کیونکہ ہم سے اس کے صدور میں کوئی حکمت نہیں مولانا فرماتے ہیں۔

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است   چوں بما نسبت کنی کفر آفت است

حریت کے معنیٰ

۳۱- فرمایا آج کل حریت کے معنیٰ یہ لے رکھے ہیں کہ اپنی آزادی میں خلل نہ آئے چاہے دوسرے کو تکلیف ہی پہنچے اور دوسرے معنیٰ حریت کے ہیں مذہب سے آزادی۔

ایضاً

۳۲- فرمایا ایک صاحب فہم درویش نے ایک جاہل فقیر کو دیکھا سینہ پر زنار ماتھے پر قشقہ گلے میں مالا اور نام ہندوانہ۔ پوچھا یہ کیا بات ہے علامتیں تو سب کفر کی ہیں اور چہرہ سے اسلام معلوم ہوتا ہے بولے میں مسلمان ہوں اس نے پوچھا کہ پھر یہ کیا حال ہے کہنے لگے کہ میں نے اسلام میں قیود بہت دیکھیں اس لئے یہ صورت اختیار کی ہے۔ انہوں نے کہا کیا اس میں قیدیں نہیں ہیں وہاں سیمائے سجدہ ہے یہاں قشقہ۔ وہاں اسلام ہے یہاں کفر وہاں تسبیح ہے یہاں مالا تو قید سے تو اب بھی آزاد نہ ہوئے اس نے فوراً توبہ کی۔

پہلے قصہ کے سلسلہ میں فرمایا ایک اور درویش تھے صحاح ستہ ختم کئے ہوئے تھے مگر حدیثوں کو

اپنے مذاق پر ڈھال لیا کرتے تھے یہ بھی آزادی کے مدعی تھی جیسے جن درویش کا اوپر قصہ آیا ہے غرض وہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہر مسئلہ کی دلیل حدیث سے دیتے ہیں اپنی اسی حریت کی دلیل یہ حدیث دیتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا من معک آپ نے ارشاد فرمایا حر و عبد اور تفسیر یہ کرتے تھے کہ میرے ساتھ وہ ہے جو "حر" بھی ہو اور "عبد" بھی ہو یعنی جس میں دونوں صفتیں ہوں حالانکہ وہاں دونوں لفظوں سے الگ الگ دو صاحب مراد ہیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما یا یہ مراد ہے کہ میری بعثت سب کے لئے عام ہے اس سے کہ حر ہو یا عبد۔ تیسرے معنی انہوں نے گھڑے۔ جب طبیعت میں کجی ہوتی ہے تو مؤیدات بھی تلاش کر لئے جاتے ہیں۔ پہلے معنی کی تائید کے لئے یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے۔ تلک ایات الکتب وقرآن مبین ایک جگہ یہ ہے تلک ایات القرآن و کتب مبین دونوں جگہ صفت کا عطف صفت پر ہے اسی پر حر و عبد کو محمول کیا حالانکہ وہاں مقامی قرینہ اس سے بالکل آبی ہے۔ انکا بھی یہ عقیدہ تھا کہ ایک مقام سلوک میں ایسا ہے جہاں پہنچ کر انسان مکلف نہیں رہتا اور دلیل یہ ہے کہ نسائی کتاب الاشربہ میں حضرت ابوالدرداءؓ کا قول ہے ما ابالی ان اشرب الخمر ام عبدت ھذہ الساریۃ اور اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ میں ایسے مقام پر ہوں کہ شراب بھی پی لوں تو پرواہ نہیں ہے۔ اور شرک بھی کر لوں تو پرواہ نہیں ہے یہ ہے ما ابالی کی تفسیر حالانکہ خود نسائی نے اور محدثین نے اس کو کتاب الاشربہ میں داخل کیا ہے، اور حرمت شراب پر استدلال کیا ہے اور سب نے اسی معنی کو قبول کیا ہے تفسیر مخترع میں تو اجماع کا خلاف بھی کیا۔ مجھے ہر قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے اس سے اکثروں کی حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔

لے جمع کنندہ عرض کرتا ہے کہ حدیث شریف کے معنی جو سب علما کرتے ہیں یہ ہیں کہ میں پروا نہیں کرتا کہ شراب پیوں یا شرک کروں یعنی شراب پینے اور شرک کرنے کا حرام ہونا یکساں ہے اور قطعی دلیل اس کی یہ ہے کہ شرک تو کسی حال میں جائز ہو ہی نہیں سکتا۔

نرم گوئی

۳۳- ایک صاحب نے عرض کیا کہ فلاں مولوی صاحب جو آنے والے لوگوں کو جواب دیتے ہیں بہت نرم اور سمجھا کر اس پر فرمایا کہ ہاں حقیقت تو خوب ظاہر کرنا چاہئے مگر نرم لہجہ میں مولانا خوب فرماتے ہیں ۔ نرم گو لیکن گو غیر صواب ۔

آج کل کے تکلفات

۳۴- ایک صاحب نے لفافہ پر حضرت کے نام سے پہلے حضرت الامام لکھا تھا ناگواری کے ساتھ فرمایا لوگ نئے نئے لفظ لکھتے ہیں جو امام تھے وہ تو خود کو مقتدی بھی نہ سمجھتے تھے ایک طالب علم نے عرض کیا کہ اس کی ایک تو جیہہ سمجھ میں آتی ہے کہ آج کل لوگوں نے نا اہلوں کو حضرت اور مولانا لکھنے کا التزام کر رکھا ہے اور وہ عام ہو گئے ہیں اب اگر اہل کمال حضرات کے لئے بھی یہی لفظ لکھے جائیں تو التباس ہوتا ہے اس لئے اعلیٰ الفاظ استعمال کرنا چاہتے ہیں ۔ فرمایا چند روز میں یہ بھی عام ہو جائیں گے اس نے عرض کیا اور تلاش کر لئے جائیں گے فرمایا وہ بھی عام ہو جائیں گے تو کہاں تک تلاش ہوگی یہ سب تکلف ہے ۔

رجوع الی الحق

۳۵- فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کتنے بڑے عالم تھے لیکن درس میں اگر کسی ادنیٰ طالب علم نے بھی مولانا کے خلاف تقریر کر دی اور وہ جی کو لگ گئی تو فوراً مان لیتے تھے اور صاف الفاظ میں فرماتے تھے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی پھر دو چار سیکنڈ کے بعد فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی یہاں تک کہ مخاطب خود شرمندہ ہو جاتا تھا۔ اور جہاں کوئی شبہ ہوتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میرا ذہن جہاں تک پہنچ سکتا ہے اول ہی مرتبہ پہنچ جاتا ہے پھر نہیں پہنچتا پھر جہاں شبہ رہتا صاف فرما دیتے مجھے اس مقام میں شرح صدر نہیں اور کتاب لے کر کسی ماتحت مدرس کے پاس (مولانا خود صدر مدرس تھے باقی سب ماتحت ہی تھے) اور شاگردوں کی جگہ بیٹھ کر پوچھتے وہ بھی مزاج سے واقف تھے نہ اٹھتے نہ صدر پر بیٹھنے کو عرض کرتے اور وہاں سے آ کر صاف فرما دیتے کہ میں نے ان مولوی صاحب

سے پوچھا ہے انہوں نے یہ مطلب بتایا ہے۔ اہل اللہ میں بھی اس کی نظیر نہیں ملتی مجھے اس کے اتباع کی تو توفیق (چونکہ درس تدریس کا اتفاق آج کل نہیں ہوتا اور جب ہوتا تھا یہی طرز سب کو مشاہدہ تھا) نہیں ہوتی مگر پسند ضرور کرتا ہوں وصّل صاحب بلگرامی نے عرض کیا کہ حضرت کے یہاں تو بہت رجوع ملتا ہے فرمایا ہاں ترجیح الراجح کا مستقل سلسلہ ہے اور مولانا انور شاہ فرماتے تھے کہ صدیوں کے بعد یہ سلسلہ ہوا ہے۔ بہشتی زیور اور ترجیح الراجح کا ایک واقعہ بیان فرما کر فرمایا کہ میں تو ہر ایک مسئلہ میں اپنا تسامح قبول کرنے کو تیار ہوں۔ چاہے ایک بچہ ہی بتادے۔

احتیاط

۳۵- ایک لفافہ پر روشنائی گر گئی تھی تو اس پر یہ لکھ دیا" بلا قصد روشنائی گر گئی" اور وجہ بیان فرمائی کہ یہ اس لئے لکھ دیا کہ قلت اعتناء پر محمول نہ کریں جس کا سبب قلت احترام ہوتا ہے۔

نسبتوں کا رواج

۳۷- فرمایا آج کل نسبتوں کا بہت رواج ہو گیا ہے جیسے فاروقی، چشتی وغیرہ مجھے تو برا معلوم ہوتا ہے چاہے نیت تفاخر کی نہ ہو مگر صورت تو ضرور ہے۔

ترک مالا یعنی

۳۸- ایک صاحب نے پوچھا کہ جذب کوئی تصوف کی اصطلاح ہے ان کو فرمایا کہ طب کی اصطلاح صرف طب کا طالب علم پوچھ سکتا ہے۔ مریض نہیں پوچھ سکتا کیا آپ تصوف کا درس لیتے ہیں آپ کو اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے "من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیه" ہر شے کے حدود ہیں۔ حدود سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔ اگر تم مریض ہو تو طبیب سے حال کہو جو کچھ وہ بتائے اس کا اتباع کرو۔ محض نقل الفاظ کے مولانا فرماتے ہیں۔

حرف درویشاں بدوزد مرد دوں　　تا بہ پیش جاہلاں خواند فسوں

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ملفوظات ضبط کرنے کا اہتمام نہ کرو اس کی کوشش کرو کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ تمہارے منہ سے بھی وہی نکلنے لگے جو ان بزرگوں کے منہ سے نکلا۔ پھر فرمایا آپ کا یہ سوال مجھے گراں گزرا اور فضول وعبث ہے۔ یہ فن محض درسیات پڑھ لینے سے نہیں آتا ایک مستقل فن ہے جیسے فقہ میں زکوٰۃ الگ ہے، نماز الگ ہے کہ ایک کے پڑھ لینے سے دوسرے کے مسائل نہیں آتے اور یہ تنافی نہیں ہے جیسے جہلاء کا عقیدہ ہے بلکہ تغائر ہے

ہمہ دانی کا دعویٰ

۳۹ - فرمایا مولوی رحیم اللہ صاحب بجنوری مشہور طبیب اور عالم گزرے ہیں انہوں نے ایک مسئلہ کلامیہ کے متعلق عربی عبارت میں ایک کتاب لکھی ایک قاضی جاہل نے کسی سے اردو میں ترجمہ کرا کے اس کا رد لکھا کسی نے کہا کہ آپ کیا رد لکھتے ہیں عربی زبان تو جانتے ہی نہیں تا بعلوم چہ رسد کہنے لگے کہ ہم فارسی جانتے ہیں اور جو شخص فارسی جانتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ ایک شخص نے لطیفہ کیا کہ ایک چارپائی کا ڈھانچہ اور بان ان کے پاس لے گیا کہ اسے بن دیجئے۔ انہوں نے نہایت برہم ہو کر کہا کہ میں اس کام کو کیا جانوں اس نے کہا کہ آپ فارسی جانتے ہیں اور میں نے سنا ہے جو فارسی جانتا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے تب آنکھیں کھلیں۔

تصوف کے دو شعبے

۴۰ - فرمایا فن تصوف کے دو شعبے ہیں۔ علوم مکاشفہ اور علوم معاملہ۔ علوم معاملہ تو تحصیل کے قابل ہیں اور وہ یہ ہیں کہ جیسے ریا حرام ہے کبر حرام ہے وغیرہ وغیرہ اور علوم مکاشفہ جو قلب پر واردات ہوتے ہیں پھر علوم معاملہ میں سے فقہاء نے احکام ظاہرہ جمع کر دئے ہیں اور صوفیہ نے باطن کے احکام الگ کر دیئے ہیں باقی فقہ سب کو عام ہے جس کی تعریف امامؒ سے یہ منقول ہے معرفۃ النفس ما لھا وما علیھا پس یہ سب اس میں داخل ہیں اور صرف الفاظ کا یاد کر لینا تو ایسا ہے جیسے لڈو، پیڑا، برفی کے نام رٹنے سے منہ میٹھا نہ ہوگا ہاں بغیر نام لئے کھانے سے ہو جائے گا۔

کرایہ کی مرثیہ خوانی

۴۱-فرمایا قصبہ بڈولی جو اب جمنا میں تباہ ہو گیا ہے (یہ ضلع مظفرنگر میں ہے) وہاں کے ایک رئیس شیعی دلی سے محرم کے زمانہ میں ایک مرثیہ خوان کو بلایا کرتے۔ جو محض روپے لینے کے لئے شیعی تھے۔ وہ علی الاعلان کہتے تھے کہ ان لوگوں کی قسمت میں یہی رونا ہی رونا ہے ہر موقع پر مجلس کرتے ہیں اور ہر مجلس میں روتے ہیں پس کسی کے بچہ ہو جب روتے ہیں کوئی مرے جب روتے ہیں۔ شادی ہو جب روتے ہیں۔

ڈاک کے جواب میں جلدی

۴۲-ڈاک آئی تو جوابات لکھنے شروع فرمادیئے اور فرمایا خطوط کا جواب رفع انتظار کے لئے جلدی ہی لکھ دیا کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ جن سے کچھ اختلاف بھی ہے ان کے لئے بھی جلدی ہی جواب لکھنے کو جی چاہتا ہے۔

مریل ٹٹو کی سواری پر عزت کے ساتھ تھکنا ہے

۴۳-حضرت مولانا گنگوہی کے یہاں مولوی احمد علی جو بہشتی زیور کے ابتدائی مصنف ہیں حاضر ہوئے۔ جب وہاں سے چلنے لگے تو ٹٹو کرایہ کا تلاش کیا مگر نہیں ملا تو حضرت مولانا نے فرمایا کس فکر میں پڑے ہو پیادہ چلے جاؤ۔ گو تھکو گے ضرور مگر یہاں کے ٹٹو پر جانے سے بھی تھکو گے صرف فرق اتنا ہے کہ ٹٹو پر تو عزت سے تھکو گے اور ویسے ذرا ذلت سے۔ کیونکہ کرایہ کے ٹٹو ایسے ہی ملتے ہیں جن کو ہانکنا اور مارنا بہت زیادہ پڑتا ہے۔ ایسے ہی چھتری بھی کہ آدمی بھیگتا تو اس میں بھی ہے مگر یہ فرق ہے کہ چھتری میں عزت سے بھیگتا ہے اور ویسے ذلت سے۔

لطیفہ

۴۴-فرمایا ایک مسافر کابلی صاحب سردی میں صرف پوستین پہنے ہوئے تھے اور کچھ نہ تھا جاڑا لگا تو اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ چلا جا مگر وہ نہ گیا رسول کا واسطہ دے کر کہا کہ چلا جا مگر وہ نہ گیا کسی

نے کہا کہ میاں آدھ سیر روئی کی رضائی بنالو بس جاڑہ جاتا رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تو بولے یہ جاڑہ بڑا کافر ہے اللہ کے نام سے نہ گیا رسول کے نام سے نہ گیا ایک آدھ سیر روئی سے چلا گیا بڑا بے ایمان کافر ہے۔

بعد نماز جمعہ ۶ رجب ۱۳۵۷ھ مکان پر

قبض باطنی

۴۵۔ فرمایا رامپور میں ایک پیر صاحب تھے ان پر قبض باطنی طاری ہوا تو ان کو یہ وہم ہو گیا کہ میں مردود ہو گیا۔ لوگوں سے کہا کرتے کہ میں تو شیطان ہوں۔ فلاں مولانا صاحب کی خدمت میں گئے جو صاحب طریقت بھی تھے۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو بولے میں شیطان ہوں انہوں نے ویسے ہی سرسری طور پر فرمایا شیطان ہو تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ یہ سن کر وہ اٹھ کر آ گئے اور آ کر اپنے ایک مرید سے کہا کہ اب تو ایک شیخ نے بھی تصدیق کر دی ہے تو واقعی میں شیطان ہوں اور ایسی زندگی سے تو مرنا ہی اچھا ہے دیکھو میں خودکشی کرتا ہوں اگر کچھ کھال لگی رہ جائے تو تم الگ کر دینا۔ چنانچہ پیر صاحب نے خودکشی کر لی اور یہ مرید بھی ایسے فرمانبردار تھے کہ انہوں نے بعد زہوق روح رہی سہی کھال الگ کر دی پولیس نے آ کر ان کو گرفتار کر لیا۔ نواب کلب علی خان کا زمانہ تھا ان کے یہاں مقدمہ پیش ہوا ان مرید نے کہا کہ شیخ کے بعد میں ہی زندہ رہ کر کیا کروں گا۔ مگر واقعہ یہ ہے۔ قرائن سے اور ان مولانا صاحب کی تصدیق سے نواب صاحب کو یقین آ گیا اور ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے جب یہ قصہ سنا تو فرمایا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ فلاں مولانا صاحب شیخ ہیں مگر معلوم ہوا نرے مولوی ہی ہیں۔ اگر یوں کہہ دیتے کہ خیر شیطان ہو تو کیا ہے وہ بھی تو اسکا ہے (یعنی ان کی نسبت پھر بھی باقی ہے) تو انکا قبض فوراً دور ہو جاتا۔ یہ ہے محقق کی شان مگر مولانا کی اس تقریر پر ایک شبہ میرے دل میں پیدا ہوا وہ یہ کہ جو نسبت مطلوب ہے وہ رضاء کی نسبت ہے اور شیطان کو جو نسبت ہے وہ محض تکوین کی ہے پھر حضرت مولانا نے ایسے جواب کو کافی شافی کیسے فرما دیا۔ الحمد للہ جواب بھی میرے ذہن میں آ گیا وہ یہ کہ ایک درجہ تحقیق کا ہے ایک

علاج کا اور علاج کبھی غیر تحقیق سے بھی ہوتا ہے پس حضرت مولانا نے جو کچھ فرمایا وہ محض علاج ہے اور علاج کبھی محض عنوان سے ہو جاتا ہے۔ مولانا کو وجدانا معلوم ہو گیا کہ ان کے واسطے یہ عنوان ہی کافی ہو جاتا اور یہ شیخ کی رائے پر ہے کہ جس وقت جس چیز سے چاہے علاج کر دے۔ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے ایسا ہی عجیب غریب مضمون ایک حدیث کے شبہے کے جواب میں فرمایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی منافق کے جنازہ کی نماز پڑھنے کے لئے تیار ہو گئے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس کے ایسے ایسے افعال واقوال ہیں۔ آپ نے التفات نہیں فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت تلاوت کی "استغفر لهم او لاتستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم" تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا ہے تو میں نے استغفار کو اختیار کر لیا اور میں ستر بار سے زیادہ کر لوں گا۔ اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ عربی کا معمولی طالب بھی جانتا ہے کہ یہ اوْ تخیر کے لئے نہیں بلکہ تسویہ کے لئے جیسے سواء عليهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا يومنون ان میں بھی تخیر نہیں ہے تسویہ ہے اور محاورہ کے موافق یہاں ستر کے عدد سے تحدید مقصود نہیں بلکہ تکثیر مقصود ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیسے ارشاد فرمایا تو حضرت مولانا نے یہ جواب دیا تھا کہ شدت رافت و رحمت کی وجہ سے آپ نے الفاظ سے تمسک فرمایا معنی کی طرف التفات نہیں فرمایا۔ مگر اس طرح کے استدلال کے واسطے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ ضرورت ہو۔ دوسرے یہ کہ معنون کا انکار نہ ہو اور یہ شرطیں میں نے قواعد کلیہ سے سمجھی ہیں خودکشی کے واقعہ میں ضرورت کا ہونا ظاہر ہی ہے اور دوسرے واقعہ حدیث میں ضرورت تھی جس کا ظہور بعد میں ہوا کہ بہت سے لوگ اس رافت و رحمت کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

جمعہ ۶ رجب ۱۳۵۷ھ بعد نماز عصر مسجد خواص میں

مرض دوا سے زیادہ کڑوا ہے

۳۶- دوا حاضر کی گئی تو ایک صاحب نے پوچھا دوا کڑوی تو نہیں فرمایا کہ کڑوی ہی ہو تو کیا ہے

مرض سے زیادہ کڑوی تو نہیں ہے شیخ نے فرمایا ہے کہ "داروئے تلخ است دفع مرض"

کمالِ شفقت

۴۷- فرمایا ایک جماعت دوستوں کی ایسی بھی ہے کہ اُن کو تربیت کے متعلق اجازت نہیں صرف دریافت خیریت اور طلب دعا کے لئے لکھنے کی اجازت ہے اور بس یہ وہ ہیں جنہوں نے ستایا بہت ہے اور تعلق بھی رکھنا چاہتے ہیں۔ تو میں نے ان کے لئے یہ طریق تجویز کیا جس میں ستائیں بھی نہیں اور تعلق بھی رہے۔

جاہلانہ خطوط

۴۸- ایک صاحب نے خط میں لکھا کہ فلاں فلاں کتابیں بھیج دیجئے اور یہ کہ میں نے پہلے ایک جوابی کارڈ لکھا تھا مگر جواب سے محروم ہوں۔ جواب تحریر فرمایا کہ اگر لفافہ ہوتا تو دونوں باتوں کا جواب لکھتا اور فرمایا مجھے اس کی اطلاع کرنے سے یہ نہ سمجھا کہ کیا لازم آیا کیا میں نے ان کا کارڈ رکھ لیا۔ کیا میرے ذمہ یہ بھی ہے کہ خط ان تک پہنچاؤں۔ میرے ذمہ تو یہ ہے کہ لکھ کر روانہ کر دوں پہنچے نہ پہنچے اور کتابوں کی فرمائش تو بالکل ہی بے جوڑ ہے کیا میں تجارت کرتا ہوں۔

عاملوں کا کمال

۴۹- ایک صاحب نے ایک خاص نکاح ہو جانے کی تمنا ظاہر کر کے لکھا ہے کہ اگر وہاں نکاح نہ ہوا تو شاید میری جان جاتی رہے۔ جواب ارقام فرمایا۔ یہ عامل کا کام ہے اور میں نہ عامل ہوں نہ مجھ کو کسی عامل کامل کا پتہ معلوم۔ پھر فرمایا میں پہلے ایسے خطوں میں بعض عاملوں کا پتہ لکھ دیا کرتا تھا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہاں کمائی ہونے لگی ہے۔ یہاں تک کہ ایک صاحب نے ایک تعویذ دیا اور پھر کہا کہ ایک سو ایک روپیہ نذرانہ دیجئے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر پہلے کہہ دیتے تو اچھا تھا۔ اب بیچارے کو مجبوراً دینا پڑا۔

مولوی محمد موسیٰ صاحب سرحدی کا مجاہدہ

۵۰-مولوی محمد موسیٰ صاحب سرحدی جو آج کل مدینہ منورہ میں حرم شریف میں حضرت کے مواعظ و تالیفات کا عربی میں درس دیتے ہیں ان کا خط آیا تھا انہوں نے اپنے نام کے ساتھ تھانوی لکھا تھا اس پر فرمایا کہ مولوی موسیٰ نے اپنا وطن ترک کر کے تھانہ بھون کو وطن بنا لیا تھا اس واسطے اپنے کو تھانوی لکھتے ہیں۔ جیسے مولوی ظفر احمد اصل میں تو دیوبندی ہیں میری بہن کے لڑکے ہیں تو تھانہ بھون ان کی نانہال ہوئی مگر وطن بنا لینے کی وجہ سے اپنے کو تھانوی لکھتے ہیں۔ پھر فرمایا مولوی موسیٰ دیوبند پڑھتے تھے تھانہ بھون بہت مرتبہ آئے غریب تھے رہے چلے گئے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ امرود کے پتے کھا کھا کر گزر کر کے چلے گئے اور کسی کو حال نہیں بتایا اور دین کی شغف کا حال یہ ہے کہ سب سے پہلے جو ان کا نکاح ہوا تو اس کو تین چار ماہ میں عربی کی ابتدائی صرف ونحو کی کتابیں پڑھا دیں تو کیا عبور کرا دیا۔ معمولی باتوں پر بھی مار مار کر کام لیتے تھے باقی ویسے اس سے محبت بھی بے حد تھی اسکی ماں نے مجھ سے تشدد کی شکایت کی۔ میں نے تحقیق کیا تو واقعہ صحیح تھا اور عادت بدلنے کی امید نہ تھی اس لئے میں نے ان سے کہا کہ تم اس کو طلاق دے دو وہ حالانکہ ان کو محبوب بہت تھی صدمہ تو بہت ہوا مگر طلاق دیدی۔ اس لڑکی کا عقد اب جس جگہ ہوا ہے وہاں بہت خوش ہے آرام سے ہے اس کی ماں یہ چاہتی تھی کہ کسی نیک آدمی سے نکاح ہو۔ مولوی محمد موسیٰ نیک تو بہت ہیں مگر دوسروں کو بھی نیک بنانا چاہتے ہیں۔ آج کل نیک ہونا تو آسان ہے مگر نیک گر ہونا بہت دشوار ہے اس کے اصول و حدود کی ہر شخص سے رعایت نہیں ہوتی۔ پھر مدینہ منورہ میں ایک ترکی عورت سے نکاح کیا اس سے موافقت نہ ہوئی اسے بھی طلاق دے دی پھر ایک بدوی عورت سے جو بدر کی رہنے والی تھی جہاں جنگ بدر ہوئی ہے نکاح کیا مگر اسے بھی طلاق دیدی ہے۔ اب اور کی فکر میں ہیں۔ پہلے میرے لئے دعا کیا کرتے تھے کہ مدینہ میں آ جائے مگر اب چھوڑ کہ ہندوستان میں تو کچھ دینی خدمت کر رہا ہوں معلوم نہیں دوسری جگہ موقع ہو اور اصل بات تو یہ ہے کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ وہاں رہوں مجھے تو اس بم پولیس ہی میں رہنے دیا جائے وہاں رہنا

بڑے لوگوں کا کام ہے۔ غرض مولوی موسیٰ نیک بہت ہیں اور دوسروں کو بھی نیک بنانا چاہتے ہیں۔ اپنی جماعت کے ایک صاحب مدینہ میں ہیں وہ قرض لے لینے میں بہت بے باک ہیں۔ مولوی موسیٰ نے ان کو کئی بار منع کیا وہ نہ رکے تو آپ نے ان سے بولنا چھوڑ دیا۔ اکھڑ ایسے ہیں کہ حکومت سے بھی نہیں دبتے۔ ایک مرتبہ امیر مدینہ سے کچھ اختلاف ہو گیا اور اس کی بدولت کچھ روز جیل میں بھی رہے۔ شاید ہی کوئی مہینہ جاتا ہو کہ خط نہ بھیجتے ہوں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میری طرف سے روزانہ روضۂ مبارکہ پر سلام پیش کر دیا کریں اور سلام کے صیغے بھی نہایت عجز کے لکھ دیئے تھے انہوں نے لکھا ہے کہ سب خاندان کی طرف سے روزانہ سلام پیش کر دیتے ہیں۔

اناج کا آٹے سے تبادلہ اور اس کا شرعی طریقہ

۵۱- فرمایا بعضے لوگ چکی پر اناج لے جا کر آٹے سے بدل لیتے ہیں سو یہ جائز نہیں ہے اس کے جائز ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً اناج ایک روپیہ میں چکی والے کے ہاتھ فروخت کر دے اس سے ایک روپیہ کا آٹا خرید لو۔ اس میں روپیہ لینے دینے کی بھی ضرورت نہیں صرف لفظوں ہی میں معاملہ ہو جائے گا اور جائز ہو جائے گا۔

مواعظ میں مسائل فقہیہ نہیں بیان کرنے چاہئیں

۵۲- ایک صاحب نے عرض کیا کہ یہ مسائل تو روز روز کے ہیں مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہیں فرمایا ایک وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ علماء نے وعظ میں مسائل فقہیہ بیان کرنے چھوڑ دیئے۔ ورنہ روزانہ مختلف ابواب کے مسئلے معلوم ہوتے رہتے۔ مجھ کو مدت تک علماء سے یہ شکایت رہی لیکن بعد میں اسکی بھی وجہ معلوم ہو گئی۔ ایک بار میں نے یہاں لکھنؤ ہی میں ایک وعظ میں بیع صرف یعنی روپیہ بھنانے اور گوٹہ زری وغیرہ لینے کے مسائل چار پانچ بیان کر دیئے بعد میں دیکھا کہ دو آدمیوں میں اختلاف ہو رہا ہے ایک کچھ کہتا ہے کہ یوں کہا تھا اور ایک کچھ اور کہتا ہے ان میں سے ایک کو غلط یاد رہا کہیں کا مبتدا اور کہیں کی خبر لے کر جوڑ دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ کئی مسئلے بیان کرنے سے یہ خرابی ہوئی۔ عوام کو تو ثواب وعذاب ہی بتانا چاہئے۔ اور یہ تاکید کرنا چاہئے کہ مسائل پوچھ پوچھ کر عمل کر لیا کریں۔

شرعی حیلے

۵۳-فرمایا ایک عالم نے سہارنپور میں سچے کام کی ٹوپی پانچ روپیہ میں خریدی اور کہا کہ میں لے جاتا ہوں روپئے بھیج دوں گا۔ دوکاندار نے عرض کیا کہ مولانا یہ نسیہ کیسے جائز ہوا۔ بولے ہاں بھئی یہ تو جائز نہیں مجھے خیال نہیں ہوا تم ٹوپی رکھ لو میں روپئے لاکر لے جاؤں گا اس نے کہا کہ کیا اس وقت لے جانے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ پھر خود صورت بتلائی کہ آپ اس وقت مجھ سے پانچ روپیہ قرض لے لیجئے اور پھر اس روپیہ سے ٹوپی خرید لیجئے۔ اور قرض کا روپیہ پھر ادا کر دیجئے۔ دیکھئے ایک عامی آدمی نے مولانا کو عدم جواز کا مسئلہ بتایا پھر اس کے جواز کی شکل بتائی اگر مسائل پر عمل کرنا شروع کر دیں تو علم اور عمل سب میں آسانی ہو جائے۔

ایضاً

۵۴-فرمایا ہمارے یہاں رسم تھی کہ پھول آنے پر ہی باغ کی بہار فروخت کر دیتے تھے اور یہ ناجائز ہے اور اس رسم کا بدلنا مشکل تھا۔ میں نے ایک بہت آسان ترکیب بتائی کہ اب تو تم جو کر رہے ہو اس کو کیوں چھوڑو گے مگر پھل آ جانے پر پھر اس معاملہ کی تجدید کر لیا کرو کہ اب اتنے داموں میں بیع کرتا ہوں مگر لوگوں سے یہ بھی نہیں ہوتا۔ خیر خدا تعالیٰ کا فضل ہے اب ہمارے یہاں ایسا بہت کم ہوتا ہے پھل آنے پر فروخت کرتے ہیں۔

''صفائی معاملات'' بہت عمدہ مجموعہ ہے

۵۵-فرمایا ''صفائی معاملات'' ہے تو چھوٹی سی کتاب مگر معتبر ہے اس لئے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی حرفاً حرفاً دیکھی ہوئی ہے۔ اس میں ایسے ایسے چھوٹے چھوٹے مسئلے لکھے ہیں (جو بہت کام کے ہیں)

بدعملی

۵۶-ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج کل لوگ پڑھ تو لیتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے فرمایا عمل کا قصد بھی نہیں کرتے دین کی فکر ہی نہیں۔

شنبہ ۷ رجب ۱۳۵۷ھ بعد عصر مسجد خواص میں

انبہٹہ والوں کا بھولا پن

۵۷-فرمایا انبہٹہ [۱] کے ایک طالب علم تھے اُن کے پاس خط آیا اور اس میں کوئی راز کی بات لکھی تھی اور لکھا تھا کہ کسی کو دکھانا نہیں مگر وہ سب کو دکھاتے پھرتے تھے۔ اور جب خاص وہ سطر آتی تو ہاتھ سے چھین لیتے کہ اس میں ممانعت لکھی ہے یعنی ظاہراً سے بھی کر دیتے تھے۔

ملفوظات کے بارے میں ہدایت

۵۸-فرمایا ملفوظات جس قدر مولوی ابرار [۲] کے جمع کئے ہوئے ہیں وہ الگ ایک حصہ رہے اور جس قدر مولوی جمیل نے جمع کئے ہیں وہ الگ ایک حصہ رہے اور اس کا نام نزول الابرار [۳] اور اسکا نام جمیل الکلام۔

الف لام نیچریت

۵۹-فرمایا ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ الف لام پہلے چار قسم کا تھا اب ایک پانچویں قسم بھی نکلی ہے یعنی الف لام نیچریت کا جو رسالوں اخباروں کے نام میں ہوتا ہے اور نیچریوں کی ایجاد ہے۔

اظہار علمیت

۶۰-فرمایا ایک طالب علم مفتی کسی طالب علم کو پڑھا رہے تھے میرا ادھر سے گزر ہوا تو وہ میزان والے کو الف لام کی قسمیں بتاتے تھے میں نے کہا مولانا آپ تو چار قسمیں بتاتے ہیں مگر اس کے

---

[۱] ضلع سہارنپور میں ایک قصبہ ہے یہاں کے لوگ بہت بھولے مشہور ہیں۔ حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب کا وطن ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا بھی ۱۲ جامع ۔ [۲] انہوں نے بھی لکھنؤ ہی میں لکھے ہیں ۱۲ ۔ [۳] پہلے اس کا نام نزول الابرار ہی تھا مگر جناب مولوی اسعد اللہ صاحب کی تصحیح کے بعد اس کا نام اسعد الابرار قرار پایا ۱۲ اوصل

نزدیک تو ایک ہی قسم ہے یعنی الف لام استغراق ۱؎ کا تم اس بیچارے کو پڑھاتے ہو یا خود اپنی استعداد بڑھانے کو پڑھاتے ہو۔ بھلا اس غریب کو اس سے کیا نفع۔

مضامین کے نام رکھنا

۶۱-فرمایا میں ملفوظات کے نام بھی رکھ دیتا ہوں چاہے چھوٹا سا ہی ذخیرہ ہو اور فتویٰ ہو یا کچھ غرض جو مضمون اہم ہوتا ہے اس کا نام رکھ دیتا ہوں کہ ان میں اس کا حاصل کرنا سہل ہوتا ہے۔ مثلاً اگر چھپ گیا تو منگانا سہل حوالہ دینے میں آسانی ہوتی ہے اگر کسی اور مضمون میں اسکے حوالہ کی ضرورت ہو تو سہولت ہوتی ہے۔

کتاب کا نام، کتاب کا آئینہ ہوتا ہے

۶۲-فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب سے میں نے سنا ہے فرمایا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے کہیں وصایا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کتاب دیکھنا ہو تو اول اسکا نام دیکھو کہ مناسب ہے یا نہیں اگر نام مناسب نہ ہو تو وقت ضائع نہ کرو اور پھر لکھا ہے کہ خطبہ دیکھو اور یہ دیکھو۔ بعض تو بالکل ہی مہمل نام رکھ دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے ایک کتاب لکھی اسمیں کلمات کفریہ جمع کئے ہیں اور نام رکھا ہے "توپ گالی الٰہی" یعنی خدا تعالیٰ کو برا کہنے اور کفر بکنے کی وعید۔

القول الجمیل جامع کتاب ہے

۶۳-وصل صاحب نے عرض کیا کہ "قصد السبیل" حضرت کی اور القول الجمیل حضرت شاہ صاحب کی تو ایک ہی سی ہیں فرمایا "القول الجمیل" زیادہ جامع ہے اس میں تو عملیات اور تعویذ وغیرہ بھی ہیں۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا توسع

۶۴-فرمایا حضرت حاجی صاحب کے زمانہ میں تھانہ بھون میں ایک بی بی تھیں ذاکر و شاغل تھیں۔ بعض بزرگوں میں احتیاط زائد ہوتی ہے اور بعض میں حسن ظن کی بناء پر توسع ہوتا ہے۔

۱؎ یعنی بس یہ تو آپ کی تقریر میں مستغرق اور مبہوت ہے اسے کچھ بھی خبر نہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ۱۲ جامع

حضرت حافظ صاحب میں احتیاط بہت تھی۔ان بی بی نے حضرت حاجی صاحب سے القول الجمیل مانگ بھیجا۔ حضرت کے اخلاق تھے کہ دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔حافظ صاحب کے کان میں بھی یہ بات پڑ گئی۔حضرت سے تو کچھ نہ کہا۔آنے والے کو ڈانٹا کہ جاؤ کتاب نہیں ملتی اور اس طرح کہا کہ حضرت کو بھی سنا دیا۔حضرت نے کتاب رکھ لی اور پھر حافظ صاحب نے فرمایا کہ عورتوں میں بیٹھ کر چرغے گی (یعنی اسکی باتیں بیان کرے گی جس سے اپنی شان ظاہر ہوگی) مگر حضرت سے کچھ نہیں کہا۔حضرت کے یہاں بہت وسعت تھی کچھ نہیں فرماتے تھے کسی پر بھی طعن و تشنیع نہیں فرماتے تھے۔ہم طالب علم جن درویشوں پر کفر کے فتوے دیتے تھے اس کے متعلق فرماتے تھے کہ کسی باطنی غلطی میں مبتلا ہو گیا ہے۔

بزرگوں کا اختلاف لفظی اختلاف ہے

۶۵-فرمایا مولوی صادق الیقین صاحب جب حج کو جانے لگے۔یہ مولانا گنگوہی سے بیعت تھے مگر خلافت و اجازت حضرت حاجی صاحب سے ملی تھی۔ایک صاحب نے درمیان میں پوچھ لیا کہ جن سے بیعت ہو ان کے شیخ ان کو اجازت و خلافت دے سکتے ہیں۔فرمایا ہاں ہاں۔غرض وہ بھی سفر حج میں میرے ساتھ تھے۔حضرت گنگوہی نے چلتے وقت ان کو ایک جامع وصیت فرمائی۔ فرمایا دیکھو وہاں (حضرت کے یہاں) جاتو رہے ہو مگر جیسے جاتے ہو ویسے ہی آ جانا وہ کچھ نہ سمجھے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ وہیں معلوم ہو جاوے گا۔جب یہاں آئے تو دیکھا کہ وہاں اور قسم کی تحقیقات تھی اور یہاں اور شان کی مگر یہ اختلاف محض صورت کا تھا معانی میں اتحاد تھا۔کما قال الرومی۔

اختلاف خلق از نام اوفتاد   چوں بمعنی رفت آرام اوفتاد

جیسے چار آدمی ہم سفر ہوئے۔ایک فارسی، ایک عربی، ایک ترک، ایک رومی، کسی نے ان کو ایک درہم دیا اور سب کا جی چاہا کہ انگور کھائیں مگر فارسی نے کہا انگور اور عربی نے کہا عنب اور ایک نے کوزم کہا اور ایک نے استافیل کہا اور لڑائی ہونے لگی۔تو اگر کوئی جامع شخص ہوتا وہ انگور لا کر رکھ دیتا تو سارا اختلاف رفع ہو جاتا۔غرض ان حضرات میں اختلاف لفظوں میں ہوتا ہے معنی

میں نہیں ہوتا اور جیسے '' لا نفرق بین احد من رسلہ '' ہے ایسے ہی ''لا نفرق بین احد من اولیاء ہ '' بھی ہے اس لئے کسی سے بدگمان نہ ہونا چاہئے۔ مولوی صادق الیقین صاحب کہنے لگے صاحب یہاں اور وہاں میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے میں نے کہا کہ نہیں اقلیم سے اقلیم تک اور شہر سے شہر تک کا بھی فرق نہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت کے ارشادات کی شرح کی تو دیکھا کہ کچھ بھی فرق نہیں تو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے جو سفر میں پوچھا تھا کہ اس وصیت کا کیا مطلب ہے اور میں نے کہا تھا وہاں پہنچ کر معلوم ہو جاوے گا۔ جب وہاں یہ اختلاف معلوم ہوا تو مولوی صاحب کو بڑی کشمکش ہوئی کہ ان کا اتباع کیا تو مولانا سے خلاف ہوتا ہے اور مولانا کا اتباع کیا تو حضرت سے بدعقیدگی اور بدگمانی ہوگی تو اس وقت میں نے کہا کہ یہ مطلب تھا مولانا کے ارشاد کا یعنی سمجھ میں آئے نہ آئے عقیدہ نہ بدلنا نہ مسائل سے نہ حضرت سے جیسے جا رہے ہو ویسے ہی آنا سبحان اللہ کیسا جامع کلام ہے ۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی لسان تھے

۶۶ - فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی تقریر بھی اور تحریر بھی کیسی جامع ہیں سبحان اللہ معلوم ہوتا ہے کہ علوم بھر دئے گئے ہیں ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے اصطلاحیں معلوم نہیں ہیں ویسے ہی مضامین وارد ہوتے ہیں اور مولانا کو اصطلاحیں معلوم ہیں اور فرمایا کہ ہر بزرگ کی ایک لسان ہوتی ہے۔ شمس تبریز امی تھے ان کی لسان مولانا تھے۔ چنانچہ شمس تبریز اور عراقی دونوں اپنے شیخ کی خدمت میں ساتھ ساتھ حاضر ہوئے تو عراقی اپنے واردات نظم میں پیش کرتے تھے۔ انہوں نے شمس تبریزی سے فرمایا تم اس طرح نہیں پیش کرتے انہوں نے افسردہ ہو کر عرض کیا کہ مجھ میں علمی استعداد نہیں جب دیکھا کہ افسردہ ہو گئے تو فرمایا تمہارے اصحاب میں ایک ایسا شخص ہوگا جو اولین و آخرین کے علوم کو ظاہر کر دے گا۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میری لسان ہیں مولانا محمد قاسم صاحب۔ مشکل مشکل مسائل پیش کرتے تھے سناتے تھے اور حضرت کچھ کچھ بتاتے تھے۔ کسی نے مولانا سے کہا کہ حضرت تو سمجھتے

بھی نہ ہوں گے ۔ کیا اچھا جواب دیا نہ تو یہ فرمایا کہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ غلو تھا نہ یہ فرمایا کہ نہیں سمجھتے کہ تنقیص تھی ۔ فرمایا کہ ہمارے اور ان حضرات کے علوم میں ایک فرق ہے ہمارے یہاں مبادی آتے ہیں پھر مقاصد انکے تابع ہوتے ہیں اور اس میں کبھی کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے جب مبادی میں کوئی مقدمہ مخدوش ہو ۔ اور ان حضرات کے یہاں مقاصد اول آتے ہیں پھر دلائل ان کے موافق سوچ لئے جاتے ہیں سو میں جو سنتا ہوں تو یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ مقاصد بھی صحیح ہیں یا نہیں جب تصدیق ہو جاتی ہے تو اطمینان ہو جاتا ہے ۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا علم

۶۷ ۔ فرمایا ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ اور لوگ حضرت کے معتقد ہوئے ہیں مختلف کمالات کے سبب اور میں معتقد ہوا ہوں علم کی وجہ سے ۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت کا علم آپ کے سامنے تو کچھ نہیں ہے فرمایا علم[1] اور چیز ہے اور معلومات اور ۔ جیسے کہ ایک ابصار ہے اور ایک مبصرات ۔ ایک شخص تو سیاح ہو مگر اندھا چوندھا اس کے مبصرات تو بہت ہیں مگر ابصار نہیں اور ایک شخص سیاح نہیں مگر نگاہ بالکل سالم اُس کے مبصرات کم ہیں مگر ابصار زیادہ اب غور کیا جائے کہ جس شخص کے علوم کی ایسے بڑے بڑے لوگ شہادت دیں اسکے علوم کا کیا کہنا ۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ جیسی قناعت اور توکل کب جائز ہے

۶۸ ۔ فرمایا مولانا[1] مطبع مجتبائی میں دس روپیہ کے ملازم تھے اور اصل میں یہ بات تھی کہ مالک مطبع مولانا کی کچھ خدمت کرنا چاہتے تھے مولانا نے ویسے تو منظور نہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ کچھ

---

[1] اور اصل چیز وہ علم ہی ہے جو ایک نورانی کیفیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ حضرت میں یہ نورانی کیفیت جسے علم کہتے ہیں ۔ بہت زیادہ تھی اور اور لوگوں میں معلومات زیادہ ہیں جیسے حضرات صحابہ ہیں کہ ایک ایک کے پاس حدیثوں کا اتنا ذخیرہ نہ تھا جتنا متاخرین کے پاس ہوا ہے مگر ان کا یہ حال ہے بنا یھم اقتدیتم اهتدیتم اور اجماع ہے کہ کوئی عالم کوئی ولی ان کے برابر نہیں ہو سکتا تو ان کے یہاں علم تھا اور متاخرین میں علم سے زیادہ معلومات تھے ۔ ۱۲ جامع

کام لو اور یہ بھی فرمایا کہ کاموں میں تو لیاقت کی ضرورت ہے میں اس قابل نہیں ہوں ہاں قرآن شریف کو منقول عنہ سے مقابلہ کر سکتا ہوں۔ اس میں لیاقت کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے زیادہ پیش کرنا چاہا مگر مولانا نے انکار فرمادیا۔ اس زمانہ میں مولانا نے حضرت سے اجازت چاہی کہ ترک ملازمت کر کے توکل کرلوں۔ حضرت نے فرمایا مولانا ابھی تو آپ پوچھ ہی رہے ہیں اور پوچھنا دلیل ہے تردد کی اور تردد دلیل ہے خامی کی اور خامی کی حالت میں توکل بمعنی ترک اسباب جائز نہیں اور جب پختگی ہو جائے گی پوچھنا چہ معنی۔ لوگ پکڑیں گے اور آپ رسے تڑائیں گے۔

حضرت مولانا قاسم صاحبؒ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب کا تبحر علمی

۶۹- فرمایا راجو پور (ضلع سہارنپور) کے ایک شخص ہیں محمد علی خان جو مولوی جمیل کے ماموں ہوتے ہیں انہوں نے کسی سے سنا ہوگا خود تو حضرت کے زمانہ میں نہ تھے۔ بیان کرتے تھے کہ مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا گنگوہی حج کو چلے۔ جہاز میں کسی مسئلہ میں گفتگو ہوگئی۔ مولانا گنگوہی تو دریا کو کوزہ میں بند کرتے تھے اور مولانا محمد قاسم صاحب کوزہ سے دریا کو نکالتے تھے۔ دونوں بہت ہی ذہین تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں جب کبھی مدرسہ میں ان دونوں کی گفتگو ہوتی تو تمام لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ ایک صاحب کی گفتگو سن کر معلوم ہوتا تھا کہ اب اسکا کوئی جواب ہی نہیں ہوسکتا۔ پھر دوسرے صاحب کی گفتگو سن کر حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح اسی میں سے بات نکال کر جواب دے دیا اور یہ معلوم ہوتا کہ اب اسکا جواب نہیں ہوسکتا اسی طرح سلسلہ چلا کرتا تھا۔ غرض سفر میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوا اور نہ یہ بند ہوئے نہ وہ۔ جب بہت دیر ہوگئی تو مولانا محمد قاسم صاحب نے کہا بس مولوی صاحب اب رہنے دیجئے ہم تو حضرت کے یہاں جارہے ہیں وہاں اس کا فیصلہ کرالیں گے۔ مولانا گنگوہی نے کہا کہ حضرت کا ان باتوں سے کیا تعلق یہ علمی باتیں ہیں مولانا محمد قاسم صاحب نے کہا کہ اگر حضرت کو ان باتوں سے تعلق نہیں تو ہم نے ناحق ان کا دامن پکڑا۔ جب حضرت کے یہاں پہنچے تو مولانا گنگوہی تو اس لئے خاموش رہے کہ وہ مسئلہ

---

[۱] مولانا محمد قاسم صاحبؒ ۱۲ اصل

طالب علمانہ تھا اور مولانا محمد قاسم اس لئے خاموش رہے کہ وہ حضرت کے سامنے بولا نہیں کرتے تھے خاموش بیٹھے رہا کرتے تھے۔

غرض دونوں خاموش رہے کسی نے نہ پوچھا مگر حضرت نے ہی ایک مضمون کی ذیل میں اس مسئلہ کی تقریر فرمائی اور پھر اس میں اختلاف نقل فرمایا اور پھر فرمایا کہ اس میں فقیر کی رائے یہ ہے تو مولانا گنگوہی متحیر رہ گئے اور مولانا محمد قاسم صاحب تو جانتے ہی تھے ان کو کچھ تعجب نہیں ہوا مولانا محمد قاسم صاحب کا یہ جملہ اگر حضرت کو ان باتوں سے تعلق نہیں ہے تو ہم نے ناحق ان کا دامن پکڑا کس قدر عشق اور یقین میں ڈوبا ہوا ہے۔

طالب علمانہ بحث

۷۰-فرمایا مولانا شیخ محمد صاحب اور حاجی صاحب میں مثنوی کے ایک شعر میں اختلاف ہوا۔ مولانا نے علمی دلائل سے حاجی صاحب کو خاموش کر دیا۔ حاجی صاحب نے حضرت مولانا روم کو خواب میں دیکھا تو اس شعر کا مطلب پوچھا آپ نے وہی فرمایا جو حاجی صاحب کہتے تھے صبح کو مولانا کو واقعہ سنایا کہنے لگے خواب و خیال کا کیا اعتبار ہے۔ ذہن میں یہی مطلب جما ہوا تھا یہی نظر آ گیا۔

پھر حضرت خلوت میں تھے اور مولانا مثنوی پڑھا رہے تھے۔ اتفاق سے وہی شعر آ گیا تو مولانا نے اس شعر کا مطلب وہی بیان کیا جو حاجی صاحب فرماتے تھے۔ حضرت بے اختیار حجرہ سے نکل آئے اور کہا کیوں مولانا یہ تو خواب و خیال تھا۔ مولانا نے کہا کہ مطلب تو وہی ہے جو آپ فرماتے تھے یہ تو میری طالب علمانہ بحث تھی۔

حضرت حافظ ضامن صاحب شہیدؒ کی ظرافت

۷۱-فرمایا حاجی صاحب اور حافظ محمد ضامن صاحب ایک ہی مسجد میں رہتے تھے مگر حجرے الگ الگ تھے۔ حافظ صاحب ظریف بھی بہت تھے اور کبھی کبھی حقہ بھی پیتے تھے۔ جب کوئی

طالب ان کے پاس آتا تو فرماتے اگر مسئلہ پوچھنا ہے تو وہاں [1] جاؤ مولوی صاحب کے پاس اور جو مرید ہونا ہے تو وہاں جاؤ حاجی کے پاس ۔ اور جو حقہ پینا ہے تو یہاں آؤ یاروں کے پاس اور باوجود بڑے ہونے کے ان سب حضرات کا لحاظ بہت فرماتے تھے حتیٰ کہ مولانا گنگوہی کا بھی لحاظ فرماتے تھے ۔ ایک مؤذن تھا جب حقہ کی ضرورت ہوتی اسکو اشارہ کر دیتے وہ تیار کر کے اشارہ کرتا آپ دروازہ سے باہر جا کر پیتے اور اس کو دروازہ پر پہرہ کے لئے کھڑا کر دیتے کہ کسی کے آنے کی خبر سنیں تو الگ کر دیں ۔ کسی نے حافظ صاحب کو خواب میں دیکھا اور پوچھا حقہ کے متعلق تو کوئی معاملہ نہیں ہوا فرمایا ہاں ہاں کچھ ذکر آیا تھا ۔

حضرت حافظ صاحب کی سادگی

۷۲- فرمایا حافظ صاحب نے کبوتر بھی پال رکھے تھے مگر اڑاتے نہ تھے کبوتر بازوں کی عادت ہے کہ وہ دوسروں کے کبوتر پکڑ لیا کرتے ہیں کسی نے حافظ صاحب کا کبوتر بھی پکڑ لیا ۔ آپ خود ڈھونڈھنے نکلے ۔ معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے پکڑا ہے ۔ دوپہر کو اس کے گھر گئے اور پکارا وہ گھبرا کر باہر آیا فرمایا ہمارا کبوتر تم نے پکڑا ہے ہمیں دکھا دو ہمارا ہو گا تو لے لیں گے نہیں تو خیر ۔ آج اگر مرغی کا بچہ بھی کوئی ڈھونڈھنے نکلے تو لوگ طعن کرتے ہیں ۔ جیسے انبیاء پر کفار کیا کرتے تھے ۔ گویا لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بشر نہ ہوں یہ نہیں چاہتے کہ یہ شر نہ ہوں ۔ خوارق حضرت حافظ صاحب سے بہت صادر ہوئے ہیں مگر مرید کرنے کے بارہ میں بہت سخت تھے ۔ کل عمر بھر میں ۷ یا ۸ مرید ہوئے بس ٹال دیتے تھے ۔

طلب کا امتحان

۷۳- فرمایا ایک شخص حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں آیا کرتا تھا ۔ ایک دفعہ عرض کیا کہ مجھے بھی کچھ فیض عنایت ہو فرمایا ہاں ہاں سب کو تعجب ہوا کہ اس قدر جلدی کیسے راضی ہو گئے فرمایا

---

[1] حضرت مولانا شیخ محمد صاحب کی طرف اشارہ تھا یہ تینوں حضرات اسی خانقاہ کے مختلف حجروں میں رہتے تھے جو اب خانقاہ امدادیہ کے نام سے مشہور ہے ۔ ۱۲ جامع

مگر ایک شرط ہے کم کھایا کرو۔ وہ خوش ہوا کہ سستے ہی چھوٹے لیکن دو چار دن کے بعد آیا اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو روزہ رکھ لیا کروں۔ کم کھانا تو مشکل ہے۔ فرمایا جاؤ بس طلب معلوم ہوگئی۔

ایضاً

۷۴- فرمایا ایک شخص حافظ صاحب کے پاس بہت زیادہ آیا کرتا تھا فرمایا میاں زیادہ نہ آیا کرو تمہاری جورو لڑے گی۔ اس نے کہا ایسی تیسی ایسی جورو کی۔ اتفاق سے وہ کئی روز تک نہ آیا۔ ایک بار حضرت حافظ صاحب مسجد کے دروازہ پر کھڑے تھے کہ وہ شخص سامنے نظر پڑا۔ حضرت ہنسے فرمایا کہو کیا ہوا کہ حضرت بیوی بہت لڑی کہ نہ کھانے کا نہ کمانے کا یونہی پڑا رہتا ہے تو آپ بہت ہنسے۔

ایضاً

۷۵- فرمایا حضرت حافظ صاحب کے پاس ایک شخص کا لڑکا آیا کرتا تھا ایک روز وہ شخص آیا اور کہنے لگا کہ میرا لڑکا جب سے یہاں آنے لگا بگڑ گیا۔ فرمایا ہمیں بھی تو کسی نے بگاڑا ہی ہے ہمیں تو بگاڑنا ہی آتا ہے ہم بھی اپنے ماں باپ کے اکلوتے تھے۔

اہل طریق اہل محبت ہیں

۷۶- فرمایا خشک علماء کے قصوں سے قلب میں انشراح نہیں ہوتا اور اہل طریق حضرات کے ذکر میں ایک سکر کی سی کیفیت ہو جاتی ہے آخر اہل محبت ہیں اور خیر یہ تو واقعات کمال کے ہیں ان کے معمولی تذکرے میں بھی خدا جانے کیا اثر ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کا تذکرہ

۷۷- فرمایا جب میں حضرت گنگوہی کے یہاں حاضر ہوتا تو حضرت حاجی صاحب کا خوب انبساط کے ساتھ ذکر فرماتے وجہ یہ ہے کہ اور حضرات تو حضرت حاجی صاحب کے بواسطہ خادم تھے

اور خود حضرت کو دیکھا نہ تھا اس لئے اوروں کے سامنے طبیعت کھلتی نہ تھی۔ اسی پر ایک بار فرمایا جب تم آ جاتے ہو تو دل زندہ ہو جاتا ہے۔

ایک خط کی بدتمیزی

۷۸- ایک خط کی بہت سی بدتمیزیوں کو بیان فرما کے فرمایا کس کس جزئی کی اصلاح کروں۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔

انوار حجاب ہیں

۷۹- ایک شخص نے لکھا کہ مجھے انوار معلوم ہوتے ہیں کیا یہ میرا وہم تو نہیں ہے جواب ارقام فرمایا کہ وہم ہی سمجھو پھر فرمایا کہ میں نے یہ نہیں لکھا کہ یہ وہم ہیں بلکہ یہ لکھا ہے کہ تم ایسا سمجھو اور ان کی طرف التفات نہ کرو۔ یہ انوار کبھی تو محض خیالی ہوتے ہیں اور کبھی ناسوتی اور کبھی ملکوتی مگر ہیں سب حجابات ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے کیونکہ یہ عجیب ہوتے ہیں انکی طرف التفات زیادہ ہوتا ہے اور گمان تقرب کا بھی ہو جاتا ہے۔ اور انہیں مقاصد میں سے سمجھنے لگتے ہیں۔ حضرت کی تو تعلیم یہ تھی کہ جو کچھ بھی ہو لا الہ میں لا کے تحت میں لا کر نفی کر دو۔

۸ رجب ۱۳۵۷ھ یک شنبہ مسجد خواص میں بعد عصر

خود کو راحت پہنچانا گناہ نہیں

۸۰- فرمایا ایک صاحب بے تکلفی سے کہتے تھے کہ تم نفس پروری بہت کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ یہ تو صغریٰ ہوا اب اس کے ساتھ کبریٰ ملاؤ کہ جو نفس پروری کرے وہ مجرم اور گنہ گار ہے بدوں اس کبریٰ کے مطلوب تو حاصل نہیں ہوتا کیا اپنے نفس کو بقدر ضرورت راحت پہنچانا کوئی معصیت ہے۔ وصل صاحب نے عرض کیا کہ اس سے تو اوروں کی بھی راحت ہے۔ فرمایا خیر جی اسے تو کون دیکھتا ہے مگر واقعہ یہی ہے کہ راحت کی رعایت مسنون ہے اپنی راحت کے لئے حدیث ان

لنفسک علیک حقا اور منشاق شاق اللہ علیہ وغیرہما کافی ہے اور دوسروں کی راحت جس حدیث میں مصرح ہے وہ حدیث مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں چند مہمان تھے کچھ تو آپ نے اپنے پاس رکھ لئے ۔ کچھ دوسروں کے یہاں ان کی رغبت سے بھیج دیئے اور اپنے یہاں کے مہمانوں سے فرمایا کہ یہ بکریاں ہیں ان کا دودھ نکال کر پی لیا کرو اور جب آپ بعد عشاء تشریف لاتے تو یہ لوگ لیٹے ہوتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر آہستہ سلام فرماتے کہ اگر جاگتے ہوں تو سن لیں ورنہ آنکھ نہ کھلے ۔ حدیث شریف میں تصریح ہے ان قیود کی ۔ تو جو حضرت ہماری جان و مال کے مالک ہیں وہ تو اسقدر رعایت فرمائیں یہاں خود مخدوم کی بھی اتنی رعایت نہیں کی جاتی ۔ بالکل مذاق بگڑ گیا ہے ۔

بزرگوں میں اختلاف مزاج

۸۱۔ فرمایا ہمارے بزرگوں میں حضرت گنگوہی بہت منتظم تھے مگر لوگ سمجھتے تھے کہ خشک ہیں ۔ انتظام یہ تھا مثلاً عشاء کے بعد خدام نے گھیر لیا تو بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ بس جاؤ ہم بھی آرام کریں اور تم بھی ۔ مولانا محمد قاسم صاحب بہت نرم تھے جن کا نمونہ مولانا محمود الحسن صاحب تھے جب مالٹہ سے تشریف لائے تمام تمام دن اور رات کو بھی لوگ گھیرے رہتے تھے چارپائی پر پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں نیند کے جھونکے آرہے ہیں تب بھی لوگ نہیں اٹھتے تھے ۔ لوگوں نے ایسے بزرگوں کے قصے یاد کر رکھے ہیں مگر دوسروں کے بھی تو یاد کرنے چاہئیں وہ بھی تو بزرگ تھے باغ میں ہر طرح کے پودے ہوتے ہیں ۔ بیلہ بھی چنبیلی بھی اور گلاب بھی ہوتا ہے اور گلاب بھی وہ جو کبھی کبھی کانٹا بھی چبھو دیتا ہے اور ایک چھوئی موئی بھی ہوتی ہے کہ ہاتھ لگایا اور مرجھا گئی شرما گئی تو بعض ایسے بھی ہیں کہ کسی کو کچھ نہیں کہتے چاہے کچھ کئے جاؤ ۔

خدا کے باغ کا امتیاز

۸۲۔ فرمایا کمپنی باغ سہارنپور میں بڑا اہتمام ہے ہر طرح کے پھول ہیں ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ یہ باغ مکمل باغ ہے ایک معترض بولے اس میں تک پھکنی تو ہے ہی نہیں (اور واقعی

نہیں تھی) تو کیا تکمیل ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا باغ تو مکمل ہونا چاہئے۔ اور وہاں بعض درختوں کو آگ سے سینکا بھی جاتا ہے گرمی پہنچائی جاتی ہے جو ایسے ملک کے ہیں جہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔

نواب مقرب خاں کا باغ

۸۳- فرمایا نواب مقرب خان کیرانہ کے تھے۔ پیر جی ظفر احمد صاحب (یعنی صاحب ملفوظات کے دوسرے خسر) ان ہی کی اولاد میں ہیں۔ اس واسطے میں اپنے چھوٹے گھر میں جوان کی بیٹی ہیں ان کو کبھی کبھی نواب زادی کہہ دیتا ہوں مگر ایک دفعہ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یہ نہ سمجھنا کہ تھانہ بھون والے تم سے کم ہیں۔ ہم لوگ فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں ہیں جو کابل کے بادشاہ تھے تو ہم شاہزادے ہیں۔ نواب صاحب موصوف نے ایک باغ لگایا تھا اس میں طرح طرح کے درخت لگائے تھے۔ بعض درخت تو ایسے تھے جو کم پانی پیتے تھے اور کچھ ایسا انتظام کیا تھا۔ کہ جب تک پانی اس درخت کے موافق آتا آتا رہتا اور جب زیادہ ہو جاتا تو لوٹ جاتا عجیب صنعت تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے باغ میں ہر شخص کی حالت جدا ہے ہر شخص کے ساتھ اس کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔

نرم دلی اور سیاست

۴۸- فرمایا مولانا عبدالرحیم صاحب (جو رائے پور ضلع سہارنپور میں تھے) مجسم اخلاق تھے لوگ ان کی خوش اخلاقی کی حکایتیں پیش کر کے استدلال کرتے ہیں اور ان سے زیادہ مولانا محمد قاسم صاحب بہت نرم مشہور ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ تشدد کرتے ہی نہ تھے مگر امیر شاہ خان صاحب مولانا کی سیاست کے واقعات بھی بیان کرتے تھے چنانچہ اس کے بعد کے دو ملفوظ اس پر دال ہیں اسی بناء پر امیر شاہ خان صاحب خود مولانا سے نقل کرتے تھے کہ جس مرید کا پیر ٹرانہ ہوا اور جس بی بی کا خاوند ٹرانہ ہو اور جس شاگرد کا استاد ٹرانہ ہو جس بیٹے کا باپ ٹرانہ ہو اسکی کبھی اصلاح نہیں ہوتی۔

بڑے القاب سے پکارنے کی ممانعت

۸۵- فرمایا مولانا فضل رسول صاحب بدایونی کو بعضے لوگ ان کی بعض بدعات کی وجہ سے

فصل رسول (صاد غیر منقوطہ سے جدائی کے ہیں) کہہ دیتے تھے۔ امیر شاہ خان صاحب نے بیان کیا ہے کہ خورجہ میں ایک بار ان ہی کے منہ سے فصل رسول نکل گیا (صاد غیر منقوطہ سے) مولانا نے فرمایا کیا! ان کا نام فصل رسول ہی ہے عرض کیا نہیں فرمایا پھر یہ کیوں کہا کیا اس کو بھول گئے ''ولا تنابزوا بالالقاب''۔

سیاست بلیغ

۸۶- فرمایا حضرت مولاناؒ ایک مرتبہ دہلی میں تشریف رکھتے تھے اور مولانا احمد حسن بردہی اور امیر شاہ خان صاحب بھی ساتھ تھے مگر ان دونوں نے اپنی چار پائیاں مولانا سے ذرا فاصلہ سے کر لیں کہ علیحدہ باتیں کرتے رہیں۔ باتیں کرتے ہوئے امیر شاہ خان صاحب نے کہا کہ فلاں مسجد میں امام رہتا ہے کہ بہت خوش الحان ہے فجر کی نماز وہاں چل کر پڑھیں گے۔ مولانا احمد حسن صاحب نے کہا جاہل پٹھان وہ تو ہمارے مولانا کی تکفیر کرتا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ مولانا نے سن لیا فرمایا احمد حسن تم خود تو جاہل ہو اور دوسروں کو جاہل کہتے ہو۔ میں تو یہ سن کے اس کا معتقد ہو گیا کہ اس نے کوئی بات میرے اندر دین کے خلاف سنی ہو گی تو کافر کہنا ضروری ہے۔ ہم خود جائیں گے اور فجر وہاں پڑھیں گے۔ چنانچہ تشریف لے گئے۔ جب مولانا گئے تو یہ دونوں حضرات بھی گئے۔ غرض یہ قصے مولانا کی بلیغ سیاست پر کس طرح دلالت کر رہے ہیں مگر لوگوں نے رحم و شفقت کے قصے یاد کر رکھے ہیں اور دوسرے قسم کے یاد نہیں۔ دیکھئے خود حق تعالیٰ جیسے رحیم ورؤف ہیں ایسے ہی قہار و جبار بھی تو ہیں

بزرگوں کا تدین

۸۷- فرمایا پہلے بزرگوں میں ایسا تدین و خلوص تھا کہ دو بزرگوں میں کسی مسئلہ میں گفتگو ہوئی ایک نے دوسرے کو ساکت کر دیا تو غالب نے مغلوب پر غالب آ جانے کے بعد اس کا مذہب اختیار کر لیا۔ بس جب بات جی کو لگ گئی اس کو قبول کر لیا۔

صحابہ کا مناظرہ

۸۸- فرمایا صحابہ میں بھی مناظرہ ہوتا تھا مگر اس شان کا ہوتا تھا کہ جو صاحب اپنا قول چھوڑتے تھے فرماتے تھے کہ مجھے شرح صدر ہو گیا۔ بس شرح صدر کے بعد اختلاف نہ رہتا تھا۔ آج اگر وہی مسئلہ دو طالب علموں کے سامنے رکھ دیا جائے۔ تو مدتوں کے مشغلہ کے لئے کافی ہو۔ اور جس بات کا دعویٰ کرتے تھے۔ بس اتنا ہی کہنا کافی سمجھتے تھے کہ واللہ ھو خیر نہ نقض اجمالی ہوتا نہ نقض تفصیلی یہی کہتے کہتے مخاطب سمجھ جاتے تھے۔ اور بس مناظرہ ختم ہو جاتا تھا۔

اجتہاد کے لئے تقویٰ ضروری ہے

۸۹- فرمایا یوں تو فقہاء نے تصریح کی ہے کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد منقطع ہو گیا ہے۔ اگر منقطع نہ بھی ہوتا اور مجھ سے رائے لی جاتی تو میں یہی کہتا کہ باوجود قوت اجتہادیہ باقی رہنے کے بھی آج کل اجتہاد جائز نہیں۔ مسائل کے استنباط کے لئے ورع اور تقویٰ بھی تو چاہئے اب تو نہ تفقہ ہے نہ تدین۔

رجوع الی الحق

۹۰- فرمایا ترجیح الراجح کا جو سلسلہ میرے یہاں ہے تو مجھے تو جب اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے میں رجوع کر لیتا ہوں چاہے ایک بچہ ہی کے کہنے سے معلوم ہو جائے مگر تعجب تو یہ ہے کہ اس پر بعض علماء نے اعتراض کیا ہے کہ استقلال نہیں ہے مزاج میں کبھی کچھ کہہ دیا کبھی کچھ کہہ دیا۔ گویا جو بات ایک دفعہ منہ سے نکل جائے اسی پر اڑا رہنا چاہئے۔ شیخ اکبر کا قول ہے الصدیق یتقلب فی کل یوم سبعین مرۃ۔ بس جب حق واضح ہو گیا قبول کر لیا اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ پہلا قول یعنی مرجوع عنہ حق ہے اسے قبول کر لیا۔ میں نے بعض مسائل سے رجوع کیا ہے پھر اس رجوع سے رجوع کیا ہے دونوں قسم کی تحریریں موجود ہیں۔

ایضاً

۹۱- فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کو دیکھا ہے کہ درس میں جب کسی مقام میں کوئی تقریر

فرمائی اور طالب علم نے کوئی شبہ کیا تو اول تو ذرا غور فرماتے پھر فوراً ان لفظوں کے ساتھ قبول فرماتے کہ مجھ سے غلطی ہوئی پھر دو چار سیکنڈ بعد فرماتے مجھ سے غلطی ہوئی پھر تین چار سیکنڈ بعد فرماتے واقعی مجھ سے غلطی ہوئی تا کہ کوئی شخص اس کو تواضع پر محمول نہ کرے اور اگر کسی غامض مقام پر شرح صدر نہ ہوا تو کتاب اٹھا کر کسی ماتحت[1] مدرس کے پاس حلقہ درس میں تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ مولانا ذرا اس کو ملاحظہ فرمایئے یہ میری سمجھ میں نہیں آیا اور شاگردوں کی جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ وہ حضرات بھی مزاج سے واقف تھے اٹھتے نہ تھے تمام شاگردوں کے سامنے ہی دریافت فرماتے تھے اور آ کر فرماتے کہ مجھے شرح صدر نہیں ہوا تھا میں نے فلاں صاحب سے پوچھا ہے انہوں نے اس مقام کی یہ تقریر فرمائی ہے۔ سبحان اللہ۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا تفقہ

۹۲- فرمایا کہ ایک دفعہ مولانا گنگوہی اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی گفتگو خلوت میں ہو رہی تھی مگر آوازیں بلند ہو گئیں تو باہر کے لوگوں نے بھی سنا۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرما رہے تھے مولوی صاحب یوں تو حق تعالیٰ نے مجھے بھی بہت چیزیں دے رکھی ہیں مگر ایک چیز آپ کو ایسی دی ہے جس پر مجھے رشک آتا ہے یعنی فقہ حق تعالیٰ نے آپ کو فقہ دے رکھا ہے۔ مولانا گنگوہی نے فرمایا جی ہاں مجھے دو چار جزئے یاد ہو گئے تو آپ رشک کرنے لگے اور خود جو مجتہد بنے بیٹھے ہیں ہمیں کبھی رشک نہ ہوا۔

ایضاً

۹۳- فرمایا مولانا گنگوہیؒ اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا ایک مسئلہ میں اختلاف تھا مجھے معلوم نہ تھا میں نے بھی اس مسئلہ میں ایک رسالہ لکھا اور مولانا گنگوہی کی خدمت میں پیش کیا۔ مولانا نے موافقت نہیں فرمائی۔ میں نے اتفاق سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا رسالہ دیکھا تو عرض کیا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کی رائے بھی یہی تھی فرمایا ان سے غلطی ہوئی ہے جس وقت یہ رسالہ لکھا تھا میں نے ان کو اسی وقت وفات سے پہلے مطلع کر دیا تھا۔

---

[1] حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس تھے اس لئے اور سب ماتحت ہی تھے ۱۲ جامع

نسبت مع اللہ

۹۴- جب مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی وفات ہوئی تو مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مجھے اس قدر صدمہ ہوا ہے کہ اگر ایک چیز میرے اندر نہ ہوتی تو میں ہلاک ہو جاتا لوگوں نے پوچھا حضرت وہ کیا چیز ہے فرمایا میاں وہی جس سے تم مجھے بڑا سمجھتے ہو۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ نسبت مع اللہ اور یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو زندہ رکھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ جیسا عاشق کیسے زندہ رہتا اسکے بعد حضرت گنگوہی اور حضرت نانوتوی کا وہ مکالمہ ارشاد فرمایا جو جہاز میں اثنائے سفر حج میں ہوا تھا اور مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت حاجی صاحب سے اس کا فیصلہ کرایا گیا تھا اس کو پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ۱۲ جامع

حضرت حاجی صاحبؒ کے مضامین بڑے عالی ہوتے تھے

۹۵- فرمایا ہمارے حضرت کے یہاں مضامین تو بہت عالی تھے مگر اصطلاحات نہ تھیں ہاں کبھی کبھی بشرط شے اور بشرط لاشے بھی حضرت کی زبان سے نکلا ہے یہ سن کر ایک معقولی عالم کو تعجب ہوا کہ اصطلاحات تو علوم کے کسب میں آتی ہیں حضرت کے یہاں کیسے ہیں۔ یہ وسوسہ ہوا تھا کہ فوراً فرمایا کہ معانی کا القاء کبھی بدون الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی مع الفاظ کے یعنی اس وقت اس مضمون کا القاء مع الفاظ کے ہوا ہے۔

اہل اللہ کا عرفی عالم نہ ہونا بھی کمال ہے

۹۶- فرمایا اگر حضرت پڑھے ہوئے ہوتے تو ہم کو اس قدر نفع نہ ہوتا اس وقت تو یہ سمجھتے کہ یہ مضامین علمی استعداد سے فرما رہے ہیں۔ حضرت نے تو کافیہ وغیرہ تک پڑھا تھا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم عالیہ

۹۷- فرمایا ہمارے حضرت کے علوم نہایت عالی ہوتے تھے مگر الفاظ بہت سلیس اور فارسی تو

اہل زبان کی سی تھی ۔ ضیاء القلوب کی کیسی اچھی فارسی ہے ۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا تھا مولوی جمیل الدین صاحب کہتے تھے کہ وہ ان کے پاس ہے اور کہتے تھے کہ مولانا نے اس پر حاشیہ بھی لکھا ہے ۔ میں بھی اس کتاب کی زیارت کا متمنی تھا مگر اتفاق نہیں ہوا اور اب ان کا انتقال ہو چکا ہے ۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے تبرکات

۹۸ - فرمایا حضرت حاجی صاحب اپنے خادموں کے لئے قیمتی قیمتی چیزیں بھیجا کرتے تھے ۔ کہیں تو مرید دیتا ہے پیر کو وہاں پیر دیتے تھے مریدوں کو ۔ میرے پاس کئی چیزیں تھیں تبرکات کے طریقہ پر جو حضرت نے عطا کی تھیں مگر میں نے سب تقسیم کر دیں دوستوں کو تاکہ میرے بعد کوئی ان کی دکان نہ بنا لے ۔ بس میرے نزدیک تو تبرک وہی باتیں ہیں جو حضرت سے سنیں اور دل میں اثر کر گئیں ۔ ایک دفعہ حضرت نے اپنی کتابیں مجھ کو دینی چاہیں کہ سب لے جاؤ جہاں کی تھیں وہیں پہنچ جائیں گی یعنی تھانہ بھون ۔ مجھے کچھ جوش سا ہوا میں نے عرض کیا کہ کتابوں میں کیا رکھا ہے کچھ سینہ میں سے عطا فرمایئے حضرت کو بھی جوش ہوا فرمایا ہاں ہے تو سچ ۔ میرے واپس آ جانے کے بعد حضرت نے پھر وہ کتابیں بھیجنی چاہیں مگر بعض عنایت فرما حسد بھی کیا کرتے تھے ان کو ناگوار ہوا کہ حضرت اس قدر عنایت کیوں فرماتے ہیں ۔ عرض کیا کہ یہ کیسے ممکن ہے آپ تو ان کتابوں کو وقف فرما چکے ہیں ۔ حضرت کی مہر اکثر قلمدان میں رہتی تھی وہاں سے نکال کر مہر لگا کر ایک وقف نامہ بھی لکھ رکھا تھا وہ پیش کر دیا حضرت نے فرمایا نہیں میں نے تو وقف نہیں کیں ۔ ان حضرات نے کہا کہ حضرت بھول گئے ۔ فرمایا نہیں بھائی میں بھولا نہیں مگر حضرت کو رنج بہت ہوا ۔ پھر قریب وفات مولوی سعید صاحب کیرانوی کو فرمایا کہ یہ کتابیں اشرف علی کو بھیج دینا اور اگر وہ نہ لے تو اپنے کتب خانہ میں داخل کر لیجئے انہوں نے مجھے خط لکھا تھا مگر وہ پہنچا نہیں پھر اپنے کتب خانہ میں داخل کر کے اطلاع دی وہ خط مل گیا تو میں نے لکھا آپ نے اچھا کیا میں بھی یہی کرتا مجھ کو کتابیں جمع کرنے کا اور ان کے دیکھنے کا کبھی شوق نہیں ہوا ۔ بس اپنے حضرات سے جو سنا ہے عمل کے واسطے کافی ہے اور وہ تھوڑا سا یاد بھی ہے وہی اپنے دوستوں اور عزیزوں کے سامنے پیش کر دیتا ہوں باقی یہاں تو نہ حافظہ نہ کتابیں دیکھنے کی فرصت ۔

حضرت کی مملوکہ کتابیں

۹۹- پھر فرمایا کہ آج کل میری ملک میں بہت تھوڑی کتابیں ہیں جن میں ایک تو مثنوی شریف ہے اس کو ملک سے نہیں نکالا اور ایک جمع الفوائد ہے جو حدیث کی کتاب نئی چھپی ہے اور یہ مثنوی نولکشور کے یہاں کی اول بار کی چھپی ہوئی ہے عمدہ ہے اسے ملک سے جدا کرنے کو جی نہیں چاہا۔ اسی نسخہ میں حضرت سے کچھ حصہ پڑھا بھی ہے۔ حضرت کے ارشادات بھی پنسل سے کہیں کہیں لکھ رکھے ہیں اور خود بھی جو کچھ سمجھ میں آیا لکھا ہے ایک دفعہ یہ شعر میرے سامنے پیش کیا گیا۔

آں طرق کہ عشق می از وددرد ـــــ بوحنیفہ شافعی درسے نکرد

اسکا کوئی حل سمجھ میں نہ آیا۔ اتفاق اپنے نسخہ میں یہی شعر نظر پڑا تو بین السطور یہ لکھا ہوا تھا۔ اے علمائے ظاہری ۱۲ یعنی جیسے حاتم بول کرسخی مراد لیتے ہیں ایسے ہی چونکہ عام لوگ ان حضرات کو علمائے ظاہر سمجھتے ہیں اس لئے ابوحنیفہ اور شافعی بول کر علمائے ظاہر کو مراد لیا ہے۔ اگر کوئی لکھ لیتا ہے تو نفع ہوتا ہے۔

اشرف السوانح کے شذرات

۱۰۰-فرمایا اشرف السوانح کے شذرات مولوی شبیر علی صاف کرار ہے ہیں۔ میں نے کہہ دیا تھا کہ ایک دفعہ مجھے اور ایک دفعہ خواجہ صاحب کو دکھا دینا۔ اس کو مولوی محمد حسن خود چھاپیں گے۔

توکل

۱۰۱-ترک ملازمت کے ذکر پر فرمایا کہ بزرگوں سے سنا ہے کہ اگر دو روپیہ کی بھی کسی کو آمدنی متعین ہوتی ہے تو اس کا قلب غنی رہتا ہے اور زیادہ طبائع کے لئے یہی مصلحت ہے اور بعض بزرگوں سے کہ وہ بہت قلیل ہیں ترک اسباب کی ترجیح منقول ہے۔ بہرحال اس اختلاف سے اتنا تو ثابت ہوا کہ تشبث بالاسباب بزرگی کے منافی نہیں مگر لوگ عموماً یہ سمجھ رہے ہیں کہ بزرگی کے لوازم میں سے یہ بھی ہے کہ زندگی گزارنے کا کوئی انتظام نہ ہو۔ پھر عدم تنافی کی تائید میں حضرت نے ایک حکایت بیان فرمائی جس کو حضرت حاجی صاحب سے نقل فرمایا کہ ایک بزرگ نے دعا کی

کہ یا اللہ جتنی روزی میری قسمت میں ہے ایک ہی دفعہ دے دیجئے ارشاد ہوا کیا ہمارے وعدہ پر اعتماد نہیں عرض کیا حضور اعتماد تو ضرور ہے مگر حضور ہی کا ارشاد ہے الشیطان یعدکم الفقر وہ بہکاتا ہے کہ تو کہاں سے کھائے گا تو پریشان ہوتا ہوں کوئی جواب قاطع وساوس بن نہیں پڑتا اگر سب روزی ایک دم دیدیجئے تو اس کو کوٹھڑی میں بند کر کے رکھ لوں گا اور وسوسہ کے وقت اس سے کہہ دیا کروں گا کہ اس میں سے کھاؤں گا چونکہ مشاہدات میں وسوسہ نہیں ہوتا اس لئے اس وسوسہ سے نجات ہو جاوے گی۔ غرض اولیاء اللہ نے بھی ایسی دعا کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اولیاء اللہ کا نفس طبعاً ضعیف بھی ہوتا ہے ان کو وساوس بھی آتے ہیں جیسے جسم میں قوت وضعف کا تفاوت ہوتا ہے اور اس کا بزرگی سے کوئی تعلق نہیں سو جس طرح یہ ضروری نہیں کہ بزرگ وہی ہے جو بڑے سے بڑے پہلوان کو پچھاڑ دے ایسے ہی قوت وضعف نفس بھی فطری چیز ہے نہ بزرگی اس پر موقوف ہے نہ اسلام۔

بزرگوں کا تحمل

۱۰۲-فرمایا غالباً کسی کتاب میں تو نہیں دیکھا ہے کسی بزرگ سے سنا ہے کہ حضرت جنید رحمہ اللہ کو کسی خلیفہ نے بلایا اور سخت گفتگو کی حضرت شبلی رحمۃ اللہ بھی ساتھ تھے۔ یہ خادم خاص تھے جب سخت گفتگو ہوتی تو حضرت جنید رحمہ اللہ بھی جواب ترکی بہ ترکی دیتے رہے۔ حضرت شبلی رحمہ اللہ علیہ کو خلیفہ کی گفتگو ناگوار گزر رہی تھی وہاں ایک قالین تھا مصور جس پر شیر کی تصویر تھی جب خلیفہ کوئی سخت لفظ کہتا حضرت شبلی رحمہ اللہ اس تصویر کی طرف نظر فرماتے اور سچ مچ کا شیر بن کر کھڑا ہو جاتا پھر جب حضرت جنید رحمہ اللہ اس کی طرف نظر فرماتے تو وہی شیر قالین بن جاتا۔ خلیفہ مصروف تھا اس نے دیکھا نہیں ایک بار جو دیکھا تو وہ شیر بنا ہوا کھڑا تھا خلیفہ گھبرا گیا اور بھاگنے کا ارادہ کیا۔ حضرت جنید نے فرمایا آپ ڈریئے نہیں اور حضرت شبلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ بچہ ہے ایسی حرکت یہ کر رہا ہے مگر میں آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دوں گا۔ غرض حضرت شبلی تصرف کرتے تھے اور حضرت جنید رحمۃ اللہ اسے مٹا دیتے تھے۔

ایضاً

۱۰۳-فرمایا ہمارے دادا پیر حضرت میاں جی صاحب کبھی کبھی تھانہ بھون تشریف لاتے تھے۔ ایک بار آپ کے پیر بھائی شیر خان بھی بوجہ تعلق تربیت کے مثل مرید کے تھے۔ ساتھ آئے مگر پٹھان تو مرید کیا شیخ ہو کر بھی پٹھان ہی رہتا ہے۔ مولانا شیخ محمد صاحب عالم فاضل تھے۔ جب حاجی صاحب اور حافظ صاحب پر میانجی صاحب کے توجہ کا اثر ہوتا اور مولانا پر ویسا نہیں ہوتا تھا تو مولانا ہنس کر کہا کرتے تھے ہم عالم ہیں ہم پر اثر نہیں ہوتا تم عالم نہیں تم پر ہو جاتا ہے۔ میاں جی صاحب نے سنا تو خاموش ہو گئے مگر شیر خان نے کہا کہ انہیں مزا چکھانا چاہئے۔ جب تھانہ بھون آئے اور حلقہ میں سب بیٹھے تو سب سے زیادہ اثر مولانا پر تھا حتیٰ کہ کپڑے تک پھاڑ دیئے تو میاں جی صاحب نے کہا بس کرو شیر خان جانے دو۔ حلقہ میں شیر خان بھی گردن جھکائے بیٹھے تھے تب مولانا سمجھے کہ جب شیر خان ایسے ہیں تو حضرت کیا ہوں گے اور اسکے بعد مولانا نے پھر کبھی ایسی بات نہیں کہی۔

سادگی

۱۰۴- پٹھانوں کے ذکر میں فرمایا کہ ایک عورت مولد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئی۔ تو اس پر بہت اثر ہوا اور جوش میں کہنے لگی قربان جاؤں بل جاؤں میرے حضرت ایسے تھے میرے حضرت ایسے تھے مگر بے عیب ذات خدا کی ایک کسر بھی رہ گئی کہ پٹھان نہ تھے اگر پٹھان ہوتے تو کوئی کسر نہ رہتی (نعوذ باللہ) اس غریب کے نزدیک سب سے بڑی شرافت تھی پٹھان ہونا۔

ایضاً

۱۰۵-فرمایا ایک پٹھانی احقر کی مرید تھی ایک دفعہ گھر آ کر کہنے لگی مولوی جی مجھے بہت تکلیف ہے ناداری کی اور تنگی کی پھر ڈری اور کہنے لگی بس مولوی جی زیادہ نہیں کہتی کبھی اللہ میاں یوں کہیں کہ میرے عیب کھولتی پھرتی ہے۔ اس نے شکایت اور عیب میں فرق نہیں کیا کیسی سادگی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی خشیت بھی کیسی غالب تھی۔

لطیفہ

۱۰۶- ان لوگوں کی سادگی کے سلسلہ میں فرمایا ایک شخص مدرسہ دیوبند کے دروازہ پر مولانا محمد یعقوب صاحب کی تعریف کر رہا تھا کہ ایسے ہیں ایسے ہیں اور کہا کہ بس فرعون بے سامان ہیں (لا حول ولا قوت الا باللہ)

۴ شنبہ ۹ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

مناظرہ حق

۱۰۷- فرمایا ایک صاحب نے روافض کے کچھ شبہات لکھ کر بھیجے میں نے لکھا کہ تحریر میں جواب ناکافی ہوتا ہے یہاں آ جاؤ۔ ان کا جواب آیا کہ دو شرطوں سے آتا ہوں ایک تو یہ کہ آپ کے یہاں کھانا نہ کھاؤں گا کیونکہ کھانا کھانے کے بعد آدمی بک جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شور نہ مچانا، غصہ نہ ہونا، جیسے مولویوں کی عادت ہے۔ میں نے لکھ دیا کہ اچھا آ جاؤ جب وہ آ گئے تو میں نے کھانے کے متعلق پھر پوچھا کہنے لگے کھانا نہیں کھاؤں گا میں نے کہا بہتر لیکن دوسری شرط کو میں منسوخ کرتا ہوں اگر ضرورت شور مچانے کی ہوگی تو شور بھی مچاؤں گا اور غصہ کی بات ہوگی تو غصہ بھی ہوں گا۔ اگر کہو کہ میرا نقصان ہوا تو اگر یہ نسخ منظور نہ ہوگا تو میں آپ کو آمد و رفت کا کرایہ دے دوں گا کہنے لگے بہت اچھا مجھ کو منظور ہے۔ میں کسی ضرورت سے گھر گیا تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ نہ کھانے کی شرط کو میں منسوخ کرتا ہوں اب کھانا بھی کھاؤں گا میں نے قبول کر لیا۔ اور گفتگو کے لئے عصر سے مغرب تک کا وقت مقرر کرتا ہوں جب تک بھی ضرورت ہو روزمرہ گفتگو ہوتی رہے گی۔ غرض عصر پڑھ کر میں نے کہا آ جاؤ اور کہو کہنے بیٹھے تو اعتراضات سب دعویٰ ہی دعویٰ تھے دلیل ایک بھی نہ تھی۔ میں نے دلیل مانگی تو کہنے لگے تم تو منطق کی باتیں کرتے ہو۔ میں نے کہا اچھا آج تو تم سن لو بیچ میں نہ بولنا اور رات کو اس پر غور کرنا پھر کل کو گفتگو کرنا۔ پھر میں نے انہیں اصول سمجھائے کہ دعویٰ کسے کہتے ہیں دلیل کیا ہوتی ہے اعتراضات کس کس طرح ہو سکتے ہیں۔

اگلے دن عصر کے بعد بلایا تو کہنے لگے مجھے اب کوئی بھی شبہ نہیں رہا۔ پھر میں نے نصیحت کی کہ دوسرے مذاہب کی کتابیں نہ دیکھا کرو۔

بے اصول کام خراب ہوتا ہے

۱۰۸-فرمایا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "وأتوا البیوت من ابوابھا" تو ہر شے کے لئے کچھ قواعد ہیں بے اصول کام ہمیشہ خراب رہتا ہے مولانا نے گویا اس کا ترجمہ کیا ہے۔

اطلبوا الارزاق من اسبابھا   ادخلوا الابیات من ابوابھا

شفقت

۱۰۹- ایک بی بی نے دریافت کیا کہ میں پانچ روپیہ پیش کرنا چاہتی ہوں۔ جواب لکھا کہ مناسب نہیں پھر فرمایا کہ یہ بی بی لڑکیاں پڑھاتی ہیں بیوہ ہیں کچھ زیادہ آمدنی نہیں اور ان کے شوہر بہت نیک آدمی تھے۔

ہدیہ پیش کرنے میں غلطی

۱۱۰- ایک صاحب نے لکھا کہ میرا لکھنؤ حاضر ہونے کا ارادہ تھا مگر چونکہ آپ نے جواب میں ارقام فرمایا ہے کہ نہ معلوم میں ملوں یا نہ ملوں اس لئے میں نے ارادہ فسخ کر دیا اب پانچ روپیہ آپ کے واسطے مولانا ظفر احمد صاحب کے پاس بھیج دیئے ہیں کہ دوا و غذا میں صرف فرما لیجئے۔ جواب تحریر فرمایا کہ واپس کر دوں گا پھر فرمایا کہ یہ غرض لکھ کر مقصود کو فوت کیا۔ البتہ اگر مجھے تنگی ہوتی تو اس بناء پر لے لیتا اب تو خدا کا شکر ہے کہ میرے پاس علاج کے واسطے بہت ہے اور ایسے میں لینے میں تو دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اور ایک وجہ اور بھی ہے کہ انہوں نے پہلے کی ایک واپسی پر برا بھلا لکھا تھا اس لئے میں ان سے لینے دینے کا معاملہ نہیں رکھتا ہاں خط کا جواب دیتا ہوں۔

ہدیہ کے قواعد

۱۱۱- غالباً کسی ھدایہ کی واپسی کے متعلق فرمایا کہ ہر چیز کے قواعد ہیں۔ نماز کے، روزے کے،

حج کے، زکوٰۃ کے تو کیا ہدیہ کا کوئی قاعدہ ہی نہیں۔ اس کے قواعد بھی حدیثوں سے معلوم ہوتے ہیں۔ غالباً ترمذی شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اونٹ پیش کیا حضور نے اس کے بدلے میں کئی اونٹ دیئے مگر وہ راضی نہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں اس کے متعلق فرمایا ''هممت ان لا اقبل هدية الا من قرشي او ثقفي او دوسي'' ان قبیلوں کے لوگوں کی طبیعتوں میں سخاوت تھی تو معلوم ہوا کہ بعض عوارض کی وجہ سے عدم قبول ہدیہ بھی سنت ہے۔ اور یہ عوارض اجتہادی ہوتے ہیں یہ لینے والے کی رائے پر ہیں۔

خوشبو کا ہدیہ

۱۱۲- فرمایا خوشبو پیش کرنے کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر کوئی خوشبو پیش کرے تو لے لو اور اسکی یہ علت فرمائی ''فانها طيب النكهة خفيف المحمل'' اس تعلیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شے گراں معلوم ہوتی ہو تو واپس کر دے۔

نہ لینے پر ناراضی

۱۱۳- فرمایا لوگوں کا بھی عجیب حال ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ترکیبوں سے لیتا ہے تو ناراض ہونا چاہیے تھا مگر اس پر بھی ناراض ہوتے ہیں کہ لیتا نہیں حالانکہ ان کا مال بچا دیا یہ تو خوش ہونے کی بات تھی مگر شاید اس کو اپنی اہانت سمجھتے ہیں۔

ہدیہ کی واپسی

۱۱۴- فرمایا ایسے ایسے واقعات سے تجربہ ہو گیا ہے۔ رنگون سے ایک خط آیا کہ یہاں ایک مجلس میں کچھ گفتگو ہوئی کہ ہدیہ کو کوئی واپس نہیں کر سکتا کسی نے آپ کے متعلق کہا کہ وہ واپس کر دیتے ہیں تو ایک صاحب بولے کہ ہم بھیجتے ہیں دیکھیں کیسے واپس کر دیں گے تو ان صاحب نے بطور مشورہ لکھا کہ اس ہدیہ کو واپس کر دینا۔ میں نے لکھا کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ مجھ کو متنبہ کر دیا مگر آپ کہاں کہاں اس کی تحقیق کریں گے اس لئے آپ مطمئن رہیئے یہاں ایسے ہدایا واپس ہی ہوتے ہیں۔

ایضاً

۱۱۵- فرمایا ایک فوجی آئے مگر موجی اور کچھ ہدیہ دینا چاہا جو قاعدہ کے خلاف تھا۔ بہت سی مختلف چیزیں تھیں۔ میں نے نرمی کے ساتھ واپس کردیں۔ انہوں نے اصرار کیا تو میں نے کہا کوئی خدانخواستہ تم سے ضد تو نہیں ہے میرے معمول کے خلاف ہے کہنے لگے نہیں یہ تو آپ کو لینا ہی پڑے گا میں نے کہا تو کیا میں اپنا قاعدہ بدل دوں بولے یہ تو لینا ہی پڑے گا۔ میں بہت ہی آرزو کر کے لایا ہوں میں نے کہا دیکھئے اب مجھے غصہ آچلا ہے انہوں نے پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ گائی میں نے پھر انکو ایک ڈانٹ بتلائی اپنا ہدیہ لے کر بھاگے اور مسجد میں جا کر پناہ لی۔ میں نے دل میں کہا کہ بیچارے کس خیال سے آئے ہوں گے مگر سب حساب غلط ہو گیا۔ بقول شاعر

چوں می بینم کسے کز کوئے تو دلشادمی آید ‏ ‏ ‏ ‏ فریبے کز تو اول خوردہ بودم یادمی آید

لوگ اول اول تو خوش خوش آتے ہیں پھر ڈانٹ پڑ جاتی ہے تو ناراض ہو کر چلے جاتے ہیں یہ کیا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ۔

حیلۂ مغفرت

۱۱۶- فرمایا ایک حکایت یاد آئی یحیٰی بن اکثمؒ بخاریؒ کے استاد ہیں بڑے محدث ہیں جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ۔فرمایا بڑی لتاڑ پڑی کہ '' یا شیخ السوء انت فعلت کذا انت فعلت کذا '' میں خاموش تھا۔ ارشاد ہوا جواب دو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا جواب دوں میں تو ایک سوچ میں پڑ گیا۔ ارشاد ہوا کیا سوچ ہے میں نے عرض کیا۔ ''حدثنا فلان عن فلان عن فلان الی اخر السند قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ یستحی من ذی الشیبۃ المسلم '' اور یہاں کچھ اور رنگ دیکھ رہا ہوں تو شبہ پڑ گیا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں ۔فرمایا حدیث بھی صحیح ہے اور راوی بھی سب ثقہ ہیں جاؤ آج کوئی علم و عمل تمہارے کام نہیں آیا صرف تمہارے بڑھاپے کی وجہ سے بخشے دیتے ہیں۔ دیکھئے ارادہ تو پہلے ہی سے مغفرت کا تھا مگر ان کو دکھایا تا کہ نعمت کی قدر

ہو اور ان کو بھی تو یہ انہوں نے ہی بتایا ہے کہ یوں کہو۔ دل میں ڈالنا بھی تو انہی ہی کی طرف سے ہے عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

درد از یار است و درماں نیز ہم　　دل فدائے او شد و جان نیز ہم

آنچہ می گویند کاں بہتر ز حسن　　یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

حق تعالیٰ کے یہ معاملات ہیں حالانکہ کہاں حاکم کہاں محکوم مگر اس قدر شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں اس کو صوفیہ کی اصطلاح میں نزول کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بالکل ہمارے مذاق کے موافق فرماتے ہیں اپنی عظمت کے موافق نہیں فرماتے جیسے کوئی معشوق ناز کیا کرتا ہے۔ یحییٰ ابن اکثمؒ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا کہ ایک چرکا سا لگا کر رحمت کاملہ متوجہ فرمادی اور عشاق کو تو اسی میں لطف آتا ہے اور اگر معشوق میں اباء و انکار کی صفت بالکل نہ ہو تو لطف ہی نہیں آتا۔ لطف اسی میں ہے کہ بیوی کو بلایا جائے اور وہ کہے کہ ادھر میں تو چولہا ہانڈی کر رہی ہوں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب عبداللہ بن ام مکتومؓ آتے تو آپ عتاب سے لطف اندوز ہونے کے لئے فرماتے

''مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی''

واعظوں کا ظرافت

۱۱۷۔ فرمایا مولوی عبدالرب صاحب دہلوی واعظ تھے ظریف بھی تھے جب ان کے پاس کوئی نابینا آتا تو کہتے ہاں کہئے جو کچھ آپ کو کہنا ہے پہلے آپ کو فارغ کردوں آپ سے بہت ڈر لگتا ہے کہ اللہ میاں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خفا کرا دیا تھا۔ پھر فرمایا کہ واعظ لوگ بھی ہر جگہ ظرافت سے کام لیتے ہیں۔

ناز

۱۱۸۔ پھر فرمایا خیر اس طرف سے اگر ناز ہو جو خوبصورت عتاب ظاہر ہوتا ہے تو بعض بزرگوں کے یہاں اس طرف سے بھی ناز کے کلمات صادر ہوتے ہیں جیسے کبھی کبھی ماں باپ پر بچے ناز کرتے ہیں لیکن ان میں بعض لوگ تو بچوں کے مشابہ ہیں کہ محبت تو بہت ہے اور معرفت کم اور

بعض میں معرفت بھی کامل ہے تو وہ کبھی ایسا نہیں کرتے۔ جیسے بچہ جب بڑا ہو جاتا ہے اور اس کو سمجھ آ جاتی ہے تو پھر ایسا نہیں کرتا۔

محبت اور ادب

۱۱۹۔فرمایا اس میں اختلاف ہے کہ محبت میں ادب بڑھتا ہے یا گھٹتا ہے ایک قول تو یہ ہے کہ جب محبت قوی ہوتی ہے تو ادب بڑھ جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جب محبت قوی ہو جاتی ہے تو ادب گھٹ جاتا ہے۔ بظاہر دونوں قول متعارض ہیں مگر میرے ذوق میں ان میں یہ تطبیق ہے کہ اگر محبت مغلوب اور معرفت غالب ہوتی ہے تو ادب بڑھ جاتا ہے اور اگر محبت غالب اور معرفت مغلوب ہوتی ہے تو ادب گھٹ جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کا مقام

۱۲۰۔فرمایا ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب کا ایک خاص مقام تھا جو مقام ادلال کہلاتا ہے یعنی ناز، مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب نے تو کبھی کوئی بات ایسی ظاہر نہیں فرمائی مگر مولانا محمد یعقوب صاحب نے کبھی کبھی کوئی بات کہہ بھی دی ہے۔ ایک مجذوبانہ حالت تھی۔ مولانا محمد قاسم صاحب سے کسی نے مولانا کا کوئی کلمہ نقل کر دیا تو چونک اٹھے اور فرمایا کہ بھئی انہی کا مقام ہے کہ اس کہنے پر بھی مقبول ہیں ہم کہتے ہیں تو کان پکڑ کر نکال دیئے جاتے۔ پھر فرمایا مگر مرتبہ انہی کا زیادہ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ کان پکڑ کر نکال دیئے جاتے ہیں جیسے میں نے ابھی مثال عرض کی ہے بچہ کی اور بڑے کی۔

تھانہ بھون آنے کے متعلق لطیفہ

۱۲۱۔فرمایا ایک صاحب تھانہ بھون آنا چاہتے تھے۔ میں نے لکھ دیا کہ میاں وہاں کیا رکھا ہے کھنڈر ہی کھنڈر ہیں لکھنو آتے (یعنی جب معالجہ کے لئے لکھنو قیام تھا) تو سیر بھی ہوتی اور تفریح بھی۔

امراء و غرباء کی رعایت

۱۲۲۔امراء و غرباء کے تذکرہ پر فرمایا کہ میں جیسے غرباء کی رعایت کرتا ہوں امراء کی بھی کرتا

ہوں کہ ان کا پیسہ ضائع نہ جائے بلکہ میں تو خوشحال لوگوں کی زیادہ رعایت کرتا ہوں۔ یہ سن کر تعجب تو ہوگا مگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ بھی قابل رعایت ہیں کیونکہ ہر شخص ان پر اپنا بوجھ ڈالنا چاہتا ہے کہ انہیں کیا ہوا پانچ سو روپیہ کی تنخواہ ہے۔ تو آمدنی تو محدود ہے اور خرچ غیر محدود اور غرباء کی آمدنی اکثر حاجت سے زیادہ ہوتی اور خرچ اس سے کم ہوتا ہے یا کم کر سکتے ہیں اور امراء سے یہ بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے حالات

۱۲۳- فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کی تنخواہ (باوجود صدر مدرس دارالعلوم دیوبند ہونے کے صرف) چالیس روپیہ تھی فرمایا کرتے تھے کہ بیوی بھی ۴۰ کو دیکھتی ہے۔ لڑکا بھی ۴۰ کو دیکھتا ہے، بہو بھی ۴۰ کو دیکھتی ہے تو وہ چالیس کہاں رہے اور کبھی کبھی بیوی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہموار ہوگی تو فبہا ورنہ وہی کہہ دوں گا ''طلاق'' اور کوئی راز اپنا خانگی بھی نہیں چھپاتے تھے۔ لوگ اسے سبکی سمجھتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ سب کی نہیں صرف اہل تکبر کی ہے۔ اور حضرات اکابر معاصرین اپنے واردات ان کے سامنے بیان نہیں کرتے تھے کہ عوام پر ظاہر کر دیں گے۔ کیونکہ آپ اوروں کے واردات بھی ظاہر کر دیتے تھے۔ یہ خیال نہ تھا کہ وہ بڑھے رہیں گے اور میں گھٹا رہوں گا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص میں کچھ نہ کچھ کھوٹ ہوتا ہے جو مجاہدہ سے زائل ہوتا ہے مگر مولوی یعقوب صاحب بے کھوٹ پیدا ہوئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے مجاہدے زیادہ نہیں کئے ہیں اور باتیں بھی بہت کرتے تھے۔ مگر سراسر علوم ہوتے تھے۔ جب حضرت حاجی صاحب تھانہ بھون تشریف رکھتے تھے۔ رات کو سب ذاکر شاغل لوگ اٹھتے تھے یہ بھی اٹھتے مگر حضرت اوروں کو تو منع نہیں فرماتے تھے ان کو فرماتے کہ سو رہو ہم وقت پر خود اٹھا دیں گے اس ناز سے کہ ان کی تربیت فرمائی گئی ہے۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب کی تواضع

۱۲۴- فرمایا مولوی یسین صاحب مولوی شفیع صاحب کے والد مولانا محمد یعقوب صاحب کے

شاگرد تھے۔ ایک روز ان سے فرمایا مولوی یسین! میں ادھورا رہ گیا کامل نہیں ہوا۔ (دیکھئے ایک شیخ کامل لوگوں کے سامنے یہ کہتے ہیں) تمہارے شیخ (مولانا گنگوہیؒ) اگر چاہیں تو میری تکمیل کر سکتے ہیں مگر وہ رسید ہی نہیں دیتے مجھے غصہ آتا ہے میں کہتا ہوں کہ مجھے تمہاری پرواہ نہیں میں اپنے شیخ کے پاس چلا جاؤں گا تو کہتے ہیں کہ مدرسہ چھوڑ کر جاؤ گے تو گناہ ہوگا۔ بس جی معلوم ہوتا ہے کہ میں ادھورا ہی مر جاؤں گا۔ نہ تو جانے ہی دیتے ہیں نہ خود تکمیل کرتے ہیں۔ دیکھئے شاگردوں کے مجمع میں یہ فرما رہے ہیں۔ پھر جب ان سب حضرات کا سفر حج ہوا اور حج کے بعد مدینہ منورہ کی تیاری ہوئی تو سب نے مشورہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں ہم سب تو بہت رہے ہیں یہ زیادہ نہیں رہے انہیں حضرت کی خدمت میں چھوڑ جاؤ مگر یہ تو کسی کی سنیں گے نہیں اس لئے حضرت سے کہو۔ حضرت سے عرض کیا گیا تو دیکھئے کیا اخلاق اور کس قدر خیر خواہی تھی مولانا محمد یعقوب صاحب سے فرمایا کہ تم میرے پاس رہو یہ تمہارے رفقا مدینہ جاویں گے۔ مولانا کو گرانی تو ہوئی مگر شیخ کا حکم تھا رہ گئے۔ حضرت نے رفقاء سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ جب میرے پاس بیٹھیں خاموش بیٹھ کر یہ خیال کر لیا کریں کہ ان کے سینہ سے میرے سینہ میں فیض آ رہا ہے گو میں دوسروں سے باتیں کرتا رہوں۔ صاحب ملفوظات نے بطور جملہ معترضہ کے فرمایا ایک وقت میں دو طرف کامل کا نفس تو متوجہ ہو جاتا ہے ناقص کا متوجہ نہیں ہوتا اور النفس لا تتوجہ الی شیئین فی ان واحد میں نفی امکان کی نہیں ہے۔ نفی وقوع کی ہے وہ بھی عادی یا اعتبار اکثر کے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کا حال سنا ہے کہ ایک ہی وقت میں درس بھی دیتے رہتے تھے اور شطرنج بھی کھیلتے رہتے تھے اور تصنیف بھی کرتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا ذہن مرکب ہے اور لوگوں کا بسیط ہے کہ تقریر و شطرنج اور تصنیف ایک ہی وقت میں ہو جاتے ہیں۔ پھر حضرات اہل طریق کی شان تو بہت ہی بڑی ہے۔

تنبیہ:- آزاد علماء کے فعل سے شطرنج کے جواب کا شبہ نہ کیا جائے۔ تتمہ قصہ کا فرمایا جب ان کے رفقاء مدینہ سے واپس آئے تو حضرت حاجی صاحب نے ان سے شکایت فرمائی کہ ان کو ایک سہل سی بات بتائی تھی۔ وہ بھی نہ ہو سکی جب کوئی آ کے بیٹھتا مجھ سے پہلے یہ بولنے لگتے تھے۔

مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ شیخ ہی ایسے کامل تھے کہ انہوں نے خود کچھ نہیں کیا مگر انہوں نے ایسا کر دیا تھا یہاں آ کر سینکڑوں کو مونڈ ڈالا۔

ایضاً

۱۲۵- فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کی تقریر میں علمی لغات بہت ہوتے تھے مگر بے ساختہ اور ان کے یہاں اتنے علوم تھے کہ سبحان اللہ ان کی تقریر سن کر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک کتب خانہ کھول دیا۔ مگر پھر بھی جہاں شبہ ہوتا تھا ماتحت مدرسوں سے پوچھ لیتے تھے۔ اور باوجود اس تبحر وکمال کے مولانا رشید احمد صاحب کو بجائے مرشد کے سمجھتے تھے اسی وجہ سے تو اصلاح کرانا چاہتے تھے۔ مگر جب غصہ آتا تو ناز میں ان کو بھی بہت کچھ کہہ ڈالتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ دو آدمیوں نے ۲۸ شعبان کو چاند کی گواہی دے دی اور کہا کہ پہلے چاند میں غلطی ہو رہی ہے۔ ہم نے وہ چاند بھی ۲۹ کو دیکھا ہے اس حساب سے آج ۲۹ ہے مولانا نے قبول فرمالی۔ حسن ظن بہت تھا اور شرح صدر ہو گیا۔ حکم دیدیا کہ کل روزہ رکھا جائے۔ لوگوں نے اعتراضات بھی کئے۔ مولانا گنگوہی کو خبر ملی تو فرمایا وہ گواہ ثقہ نہ تھے تو مولانا محمد یعقوب صاحب کو غصہ آ گیا اور فرمایا جی ہاں ثقہ کون ہے بجز مولانا کے۔ اچھی بات ہے قیامت کا دن آنے والا ہے ہم ہوں گے مولانا ہوں گے اللہ میاں ہوں گے۔ اس وقت معلوم ہوگا کہ کون ثقہ ہے۔ مولانا گنگوہی ہی نے سنا تو ہنسنے لگے۔ اتفاق سے اس حساب سے تیس روز ہونے کے بعد چاند ندارد۔ میں نے اس گھر میں جس میں اب میاں مظہر رہتے ہیں اور اس وقت والد صاحب بھی تھے۔ تیسری منزل پر جا کر دیکھا مگر نظر نہ آیا گو بہت جی چاہتا تھا کہ چاند نظر آ جائے تاکہ لوگ مولانا پر اعتراضات نہ کریں جب چاند نہ ہوا تو مخالفوں نے مولانا سے عرض کیا کہ رویت نہیں ہوئی فرمایا رویت کا حکم ۲۹ کو ہے ۳۰ کو نہیں ہے۔ رویت کی ضرورت نہیں ہے۔ بس کل عید کر دو۔ تو دیوبند میں دو عیدیں ہوئیں۔ مکہ معظمہ خبر پہنچی تو حضرت نے خط لکھا کہ سنا ہے کہ آنعزیز کی لوگوں نے بہت مخالفت کی ہے آنعزیز حق پر ہیں۔ یہاں بھی رمضان اور عید آنعزیز کے حساب کے موافق ہوئے۔ سبحان اللہ کیسا ناز کا معاملہ ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا تنخواہ بہت کم تھی فرمایا کل چالیس روپیہ تھی اور چالیس کیا اگر چالیس سو بلکہ چالیس ہزار بھی ہوتی تو کم ہی تھی وصل صاحب نے دریافت کیا کہ پھر خرچ کیسے ہوتا تھا فرمایا ایسے ہوتا ہوگا کہ کسی نے خدمت کر دی۔ اور مولانا محمد قاسم صاحب کی تنخواہ تو مطبع مجتبائی میں دس ہی روپیہ تھی۔ اور مولانا گنگوہی ایک مدت تک شائستہ خان کے قلعہ میں (سہارنپور میں) تھے شاید دس یا بیس روپیہ تنخواہ تھی۔ میں اب جو سہارنپور گیا تھا (لاہور سے واپسی میں) تو وہ حجرہ دیکھ کر آیا ہوں جس میں مولانا کا قیام تھا۔ یہ لوگ مولانا کی بہت خاطر کرتے تھے۔ یہ قلعہ والے وظیفہ یاب ہیں گورنمنٹ سے اور ان میں سے اکثر باوجود یہ کہ آزاد ہیں مگر مولانا رشید احمد صاحب کے عاشق ہیں دیکھئے تعلق کا کتنا اثر ہوتا ہے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ یہ حضرات اپنے وقت کے امام تھے۔ مگر مقتدی بھی نہیں معلوم ہوتے تھے اس قدر اپنے کو مٹائے ہوئے تھے الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات سے تعلق عطا فرمایا۔ گو توفیق تو نہ ہوئی آدمی بننے کی مگر ان کو دیکھ کر آدمیت کا مفہوم تو معلوم ہو گیا کہ اگر آدمی بننا چاہیں تو ایسے بن جائیں جیسے یہ حضرات تھے۔

سہ شنبہ ۱۰ رجب ۱۳۵۱ھ مسجد خواص میں بعد عصر

حضرت حاجی صاحبؒ کی فاروقیت

۱۲۶- فرمایا حضرت حاجی صاحب کے ایک خادم کو بین النوم والیقظہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی فرمایا اپنے پیر سے ہمارا اسلام کہہ دینا وہ ہماری اولاد ہیں اور ہماری طرف سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرنا۔ جب حاضر ہوئے تو خواب سنایا حضرت سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے کہا مجھے تو شرم آتی ہے فرمایا یہ تمہارا ہاتھ تھوڑا ہی ہے یہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہے۔

شان رحمت الٰہی

۱۲۷- فرمایا ایک شخص نے یہ حدیث کہ ان اللہ یستحیی من ذی الشیبۃ المسلم وہ بچارا اپنے کو عمل سے خالی سمجھتا تھا اس حدیث سے امید ہوئی کہ شاید بوڑھا ہو کر مروں اور حق جل و

علا شانہ بڑھاپے کی وجہ سے بخش دیں۔ اتفاق سے ان کا جوانی ہی میں انتقال ہوگیا۔ مرنے کے وقت اپنے ایک خاص دوست کو وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہوجائے تو ذرا سا آٹا لے کر میری داڑھی اور سر پر چھڑک دینا اس نے کہا میاں یہ کیا تمسخر کرتے ہو۔ اس نے کہا تم کو کیا یہ میری وصیت ہے تم کر دینا۔ کیسے دوست ہو ذرا سا کام بھی نہیں ہوتا اس نے کہا اچھا۔ جب انتقال ہوگیا وصیت پوری کر دی گئی۔ کسی کو خواب میں مکشوف ہوا اس نے پوچھا کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ مجھ سے یہ بھی سوال کیا کہ آٹا کیوں چھڑکا میں نے عرض کیا کہ ذی الشیبۃ تو نہ تھا مگر ذی الشیبۃ سے مشابہت پیدا کرنے کے لئے ایسا کیا ارشاد ہوا جاؤ بخش دیا وہاں تو چھوٹی [1] چھوٹی بات پر بھی فضل ہوجاتا ہے اور گرفت اور قہر چھوٹی بات پر نہیں ہوتا سبقت رحمتی علی غضبی مگر یہ جہل ہے اس کا جو بڑی بات کو چھوٹی [2] سمجھے البتہ مقربین پر چھوٹی بات پر مواخذہ ہوتا ہے مگر وہ بھی چھوٹی بات نہیں ہوتی ان کے اعتبار سے وہ بڑی ہی ہے اس لئے وہ کلیہ محفوظ رہا۔ اس پر فرمایا حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا مجھ سے سوال ہوا کہ تم دنیا سے کیا لائے عرض کیا کچھ نہیں صرف توحید فرمایا "اما تذکر لیلۃ اللبن" یہ توحید [1] تھی کہ غیر کو موثر کہا۔ عرض کیا حضور کچھ بھی نہیں لایا سوائے امید رحمت کے اس پر مغفرت ہوگئی۔

حدت نظر میں گرفت کا خطرہ زیادہ ہے

۱۲۸- فرمایا قشیریہ میں لکھا ہے کہ جس قدر نظر میں حدت ہوگی اس قدر گرفت کا خطرہ زیادہ ہے یعنی اس لئے کہ اوروں کے لئے تو حدید النظر تھے اور اپنے لئے غبی بات بات پر گرفت ہوسکتی

---

[1] مگر اس پر بھروسہ کر کے عمل ترک نہ کر بیٹھنا چاہئے کہ کون مشقت اٹھائے وہ تو نکتہ نواز ہیں کوئی نہ کوئی بات آ ہی جائے گی تو بات یہ ہے کہ نافرمانیوں سے آدمی مبغوض ہوجاتا ہے۔ اور مبغوض کی برائیاں اس کی بھلائی کو ڈھانپ لیتی ہیں بلکہ زائل کر دیتی ہیں۔ دوسرے مبغوض میں استحقاق رحمت نہیں رہتا۔ تیسرے ہمارے یہ اعمال خود اس عظمت کے سامنے چھوٹی چیز بلکہ لاشے ہیں یہ بھی نہ رہی تو وہ چھوٹی بات ہی نہ رہی ۱۲ جامع

[2] کہ بڑے گناہ کو چھوٹا سمجھ کر یہ سمجھے کہ چھوٹی بات پر گرفت ہوگئی تو یہ جہل ہے (واقع میں تو وہ بڑی ہی ہے) ۱۲ جامع

ہے کہ فلاں بات کیوں کی۔ فلاں بات کیوں کی۔

حسنات الابرار سیئات المقربین

۱۲۹-فرمایا عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ ایک دفعہ جو ذکر کرنے بیٹھے تو زبان بند ہوگئی اور ویسے بولتے ہیں تو کچھ نہیں پھر ذکر کرنا چاہتے تو زبان بند۔ بہت روئے اور دعا کی کہ اے اللہ مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ کس جرم کی سزا ہے۔ الہام ہوا کہ فلاں وقت تمہاری زبان سے ایک کلمہ منکر نکلا تھا اور اب تک مہلت توبہ کرنے کی دی گئی مگر تم نے توبہ نہیں کی یہ اس کی سزا ہے ان کے نزدیک وہ کلمہ ایسا ثقیل نہ تھا مگر واقع میں سخت تھا اسلئے ان سے اس پر گرفت ہوئی۔

فرمایا ایک شخص تھے انبیٹھ میں انہوں نے اپنے باپ کو کہا کہ میں تو آپ کو بجائے باپ ہی کے سمجھتا ہوں آپ چاہے کچھ سمجھیں وہ بگڑ گئے اور بہت برا بھلا کہا۔ کیونکہ اسکا تو یہ مطلب ہوا تم باپ نہیں ہو باپ تو کوئی اور ہے ہاں میں تم کو اسی کی جگہ قابل تعظیم سمجھتا ہوں۔ دیکھئے یہی الفاظ کوئی غیر کہے تو تعظیم ہے اور بیٹا کہے تو جرم اور تعظیم کی نفی ہے تو ایک ہی لفظ مگر ایک شخص کہتا ہے تو اہانت اور دوسرا کہتا ہے تو تعظیم اب سمجھ میں آ گیا ہوگا۔ حسنات الابرار سیئات المقربین جیسے بیٹے کا یہ کہنا سیئہ ہے اور غیر کا یہ کہنا حسنہ۔

احسان جتلانا

۱۳۰-فرمایا طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ ایک مرید بڑی دور سے سفر کر کے اپنے پیر کے پاس آیا تھا وہ اس وقت گھر چلے گئے تھے۔ یہ شدت اشتیاق میں دروازہ پر گیا تو فرمایا کہ شام کو ملنا اس نے عرض کیا کہ حضور میں بہت دور سے آیا ہوں۔ فرمایا جتلاتے ہو احسان رکھتے ہو۔ جاؤ تین برس تک سامنے نہ آنا اگر اب کوئی ایسا کرے تو لوگ بدنام کرتے ہیں۔ انہیں کوئی بدنام کرے۔ اب کوئی کہنے لگے کہ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی۔ جس پر بگڑ گئے کہ بڑی دور سے آیا ہوں تو یہ شبہ فضول

حضرت بایزیدؒ نے ایک رات دودھ پیا پیٹ میں درد ہوگیا تو یہ کہا دودھ سے پیٹ میں درد ہوگیا تو گو وہ درد میں دودھ میں مؤثر نہ مانتے تھے مگر عنوان میں مؤثر ہونا ظاہر ہے (۱۲ جامع)

ہے وہ اس پر ناراض ہوئے کہ جتایا کیوں ۔ اس کے مناسب فرمایا ایک شخص (لکھنؤ میں) ملنے آئے تھے ۔ ان سے کہا گیا کہ تمہارا کچھ معاملہ ہوا تھا ابھی اس کا تصفیہ نہیں ہوا پہلے اس کا فیصلہ کرو پھر آنا ۔ وہ معاملہ یہ تھا کہ انہوں نے ہدیہ بھیجا تھا اور یہ لکھا تھا کہ اس سے برکت ہوگی ۔ میں نے کہا تو غرض کے لئے ہے محبت سے نہیں بس اس کا جواب ندارد جب سے یہ معتوب ہیں ۔ پھر فرمایا صبح بھی ایک شخص نے عین بات کے بیچ میں کسی کی طرف سے ہدیہ پیش کیا تھا ۔ میں نے کہا کہ ایک وقت میں دو طرف کیسے متوجہ ہوسکتا ہوں جاؤ یہ لے جاؤ اور ان سے کہہ دینا کہ میں تمہارا ہدیہ لے لیا کرتا ہوں مگر اس وقت ایک بدتمیز کے ہاتھ بھیجا تھا ۔ اس لئے نہیں لیا ۔ بات یہ ہے کہ بغیر ایسے طریقوں کے تنبہ نہیں ہوتا ۔ پھر ان ہدایا کے متعلق فرمایا کیا عرض کروں ۔ یہ جو مالی خدمت کرتے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ خود شرماتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ دے کر اپنے کو تمام قواعد سے مستثنیٰ سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ دینے والے کو لے لینے والے کا لے لینا ہی احسان سمجھنا چاہئے ۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ ''انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاء ولا شکورا'' یہ تو دینے والے کا ادب ہے اور لینے والے کا یہ ہے'' من صنع الیکم معروفا فکا فئوہ فان لم تکافئو فادعو اله '' نیز دینے والے کا ایک ادب چھپا کر دینا ہے اور لینے والے کا یہ ہے کہ اس کا اعلان کر دے ۔

حقیقی تہذیب

۱۳۱ - خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ اصل تہذیب تو حضرت کے یہاں آ کر معلوم ہوتی ہے جو لوگ تہذیب تہذیب چلا رہے ہیں انکو تو تہذیب کی خبر بھی نہیں اگر حضرت کے ملفوظات کو کوئی صاحب انگریزی میں کر دیں تو بہت اچھا ہو ۔ فرمایا آپ ہی کر لیں دوسروں کو آپ کیوں کہتے ہیں

لطیفہ

۱۳۲ - خواجہ صاحب نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ مختصر نویسی سیکھ لوں اور ملفوظات ضبط کیا کروں مگر بڈھا طوطا کیا پڑھے ۔ فرمایا بڈھے طوطے پر یاد آیا ایک صاحب نے اپنی بیوی کے

پڑھنے کو لکھا تھا کہ شوق تو بہت ہے مگر بڈھا طوطا کیا پڑھے میں نے لکھا کہ وہ تو بڈھی مینا ہیں بڈھا طوطا نہیں پڑھتا نہ سہی بڈھی مینا تو پڑھ لے گی۔

لطیفہ

۱۳۳-فرمایا ایک دفعہ سکندر فوج کا معائنہ کرنے لگا تو دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی دو آدمیوں کے سہارے سے گھوڑے پر سوار ہو رہا ہے۔ سکندر نے کہا کہ بڑے میاں ایسا کیا شوق ہے فوج میں بھرتی ہونے کا دو آدمیوں کے سہارے سے تو سوار ہوتے ہو۔ بوڑھے نے عرض کیا حضور سوار کرنے کو تو دو آدمیوں ہوں مگر اتارنے کو سو بھی ناکافی ہیں۔

عورتوں کا ایثار

۱۳۴-عورتوں کے ایثار پر فرمایا کہ میرے خسر صاحب لکھے پڑھے نہ تھا مگر خوش مزاج تھے۔ ایک دفعہ رات کو ان کی آنکھ کھلی تو خوشدامن صاحبہ کو کروٹیں بدلتے دیکھا پوچھا کیا بات ہے انہوں نے کہا پیاس لگ رہی ہے فرمایا اٹھ کر پی لو تو بولیں بس اب کون اٹھے۔ آدمی بہت ذہین تھے تھوڑی دیر میں خود کروٹیں بدلنے لگے اور کہا کہ تم نے بھی کس چیز کا نام لے دیا اب مجھے بھی پیاس لگنے لگی وہ یہ سن کر فوراً اٹھیں اور پانی لائیں جب پانی لے آئیں تو انہوں نے کہا بس پی لو۔ اس ترکیب سے تمہیں پانی پلوانا تھا بہت بگڑیں اور لگیں خود کو کوسنے دینے۔

حضرت کی مجلس کا رنگ

۱۳۵- آداب مجلس کے ذکر میں فرمایا کہ خاموشی کا میرے یہاں یہ حال ہے کہ جہاں دو آدمیوں نے کانا پھوسی کی تو میں کہتا ہوں کہ باہر جا کر باتیں کرو یہاں تو میری سنو یا مجھے سناؤ اور آپس میں گفتگو کرنے کی اگر کوئی ضرورت ہی ہو تو باہر جا کر کرو۔ ایک شخص جلال آباد کے رئیس آئے تھے مجلس کا رنگ دیکھ کر ایک شخص سے کہا کہ میں اور جگہوں پر بھی گیا ہوں سب جگہ ڈپٹیوں کے اجلاس ہوتا ہے اور یہاں جج کا اجلاس ہے یعنی ڈپٹی کے اجلاس میں تو مدعی مدعا علیہ گواہ وکیل وغیرہ وغیرہ کا شور ہوتا رہتا ہے اور جج کا اجلاس سکون محض ہوتا ہے۔

استماع اور قرأت

۱۳۶- فرمایا جیسی یکسوئی دوسرے سے استماع میں ہوتی ہے خود کلام کرنے میں نہیں ہوتی۔ خوش خوان حافظ سے سامعین کو جیسا حظ ہوتا ہے پڑھنے والے کو ویسا نہیں ہوتا اور یہ جو سماع نکلا ہے اس کا بھی راز یہی ہے کہ سننے میں جو لطف آتا ہے وہ پڑھنے میں نہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ قرآن شریف پڑھ کر سناؤ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "انزل الیک وانا اقرا قال احب ان اسمع من غیر" انہوں نے پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہ پڑے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھی تکلم اور استماع میں تفاوت ہے تو اور تو پھر ضعیف ہی ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

پس غذائے عاشقاں آمد سماع　　　که درو باشد خیال اجتماع

پھر سماع کے متعلق فرمایا کہ یہ سب تدابیر یکسوئی پیدا کرنے کے لئے ہیں اور اس کا حاصل کرنا کچھ ضروری نہیں مگر اس سے ایک قسم کی تکمیل ہوتی ہے طاعت کی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ پھر تو یکسوئی ضروری ہوئی فرمایا خود یہ درجہ ہی تکمیل کا ضروری نہیں کیونکہ تکمیل کا ہر درجہ ضروری نہیں ہے۔ بس قصد تکمیل کا ہو تو فرض ادا ہو جاتا ہے۔ خواجہ صاحب نے پھر عرض کیا کہ بزرگوں کو جو مرتبہ حاصل ہوتا ہے تکمیل سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا غیر بزرگوں کو بھی یہ درجہ مل جاتا ہے اس طرح سے جب عزم تکمیل کر لیا تو ثواب ملے گا۔ لوگ ثواب کو ایسا حقیر سمجھتے ہیں حالانکہ یہی تو مقصود ہے۔ ثواب کے معنی ہیں جزا کے اس میں رضا بھی آ گئی اور لقا بھی۔

دفع خطرات

۱۳۷- فرمایا بعض خطوں میں لکھا آتا ہے کہ خطرات دفع نہیں ہوتے میں لکھ دیتا ہوں تو اس سے دینی ا ضرر کیا ہوا بس اس کا کوئی جواب نہیں۔

اصول میں پھیکا پن ہوتا ہے

۱۳۸- فرمایا ایک ندوی فاضل کے خط کتابت چھپ گئی ہے میں نے تو جسے کہتے ہیں کلیجہ نکال

کے رکھ دیا ہے۔ سب اصول لکھ دیئے ہیں۔ فن کا فن لکھ دیا ہے۔ مگر انہوں نے اس کی قدر ہی نہ کی کیونکہ اصول صحیحہ میں پھیکا پن ہوتا ہے کسی کو مزا نہیں آئے گا۔ جیسے مولوی عبدالماجد صاحب ایڈیٹر سچ سے کسی نے پوچھا کہ کچھ سچ کے خریدار بھی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں جیسے آج کل سچ کے خریدار ہیں وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں پھیکی ہیں اور لوگ مزا اور رنگ چاہتے ہیں۔ دیکھئے حکیم عبدالمجید خان صاحب کے نسخہ پر کسی کو وجد نہیں آتا اور داغ کے شعر میں وجد آ جاتا ہے۔ مگر یہ وجد بھی صحت ہی کی بدولت ہے۔ تو اصل اس مزے کی بھی وہی نسخہ ہے حکیم صاحب کا۔

تصوف اور فلسفہ

۱۳۹- فرمایا لوگ اس طریق کی حقیقت نہیں سمجھے اسی لئے بعض نے تو یہ کہہ دیا ہے کہ یہ ایک فلسفہ ہے۔ ''چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند'' مگر سچا تصوف واقع میں فلسفہ ہی کے مشابہ ہے خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ سب باتیں ٹھوکریں کھانے سے ہی آتی ہیں۔ فرمایا نہیں تقلید سے آتی ہیں اور اب تقلید ہی نہیں ایک کمی یہ ہوگئی کہ لوگ تکمیل درجات کے طالب تو ہیں تکمیل ثواب کے نہیں حالانکہ اصل مقصود یہی ہے ان لوگوں نے حقائق میں تحریف کر رکھی ہے۔ چنانچہ مقامات کی تفصیل یہ گھڑ رکھی ہے لاہوت ہاہوت جو محض گھڑت ہے۔ پر شوکت الفاظ جمع کر دیئے جاتے ہیں صحیح تفسیر کو کوئی حاصل نہیں کرتا کیا مقامات کی تفسیر میں کسی نے یہ چیزیں لکھی ہیں نیز ایک وجہ یہ بھی ہوئی غلطی کی کہ اس طریق کی اصطلاحیں دوسرے فنون سے ماخوذ ہیں کچھ اصطلاحیں کسی فن کی ہیں۔ کچھ کسی فن کی۔ لوگ یہ سمجھے کہ یہ سب اصطلاحیں مستقلاً اسی فن کی ہوں گی اس سے خلط ہو گیا اور محمل بدل دیا ورنہ اگر سب اصطلاحیں مستقلاً ایک ہی فن کی ہوتیں تو خلط نہ ہوتا جیسے نحو کی

---

[1] یعنی غیر اختیاری خطرات ووساوس پر مواخذہ ہی نہیں مواخذہ تو قصد واختیار سے وسوسہ لاتے یا اس کے باقی رکھنے پر ہے۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا اور اسی باب میں حدیث شریف میں ہے کہ جو دو رکعت نماز پڑھ لے لا یحدث فیھما نفسہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ اس میں لا یحدث فرمایا ہے کہ خود نہ لائے لا تتحدث نفسہ نہیں فرمایا اور تنبیہ کے بعد باقی رکھنا بھی خود لانا ہے۔ اور جو بے اختیار کے ہیں وہ اسی سے خارج ہیں ۱۲ جامع

اصطلاحیں کچھ الگ ہیں سب کو معلوم ہیں کچھ خلط نہیں ہوتا اور اس خلط سے غالباً بزرگوں کا مقصود پردہ اخفاء بھی ہے۔ جیسا اسی مذاق کو ظاہر بھی کیا ہے۔

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

مثلاً ایک اصطلاح ہے ہمہ اوست اس حمل مواطاۃ میں معقولیین کی اصطلاح نہیں لی جیسا بعض لوگ غلط سمجھ گئے بلکہ عوام کا محاورہ لے لیا ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ کسی نے کسی پر ظلم کیا مظلوم نے کلکٹر کے پاس جا کر (فریاد کی کلکٹر نے کہا کہ جاؤ پولیس میں رپٹ لکھاؤ ایک وکیل کرو اور ہمارے یہاں درخواست گزارو تو وہ کہتا ہے کہ حضور میں کچھ نہیں جانتا میرے تو پولیس اور وکیل سب آپ ہی ہیں دیکھئے یہ ترجمہ ہے ''ہمہ اوست'' کا لوگوں نے اسے حمل مواطاۃ سمجھ کر اشکال کر دیا۔

مجاہدہ

۱۴۰- فرمایا قلت طعام وقلت منام اور جسم کی صحت کا ترک اہتمام بعض کی تحقیق میں شرائط طریق ہیں۔ اور ہمارے حضرت کی تحقیق یہ ہے کہ جسم کی صحت بھی ایک نعمت ہے۔ اور خود بدن بھی ایک نعمت ہے ان نعمتوں کی بھی قدر کرنا چاہئے۔ خود ارشاد ہے ''لا تقتلوا انفسکم'' اور حدیث شریف میں ہے ''ان الجسدک علیک حق ان لعینک علیک حقا'' نیز اب قویٰ کمزور ہیں ان ریاضات کے متحمل نہیں اور نعمائے حسیہ منافی مقبولیت کے نہیں خود ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غزوہ مکشوف ہوا اہل غزوہ کی شان یہ فرمائی ہے ''یبر کبون البحر ملوک علی الاسرۃ'' سو وہ شاہانہ شان سے جہاد میں گئے ہیں۔ جامی اسی کو فرماتے ہیں۔

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد بہ تدبیر عبید اللہی آمد

ان حضرات کو کسی خاص شان کا اہتمام نہ تھا کبھی کمبل ہے تو کبھی دوشالہ ان میں نہ کوئی شرط فقر ہے نہ منافی فقر۔ اس کی تائید میں ایک واقعہ بیان فرمایا مولانا رشید احمد صاحب کے ایک شاگرد

پیرزادہ ساڈھورہ (ضلع انبالہ پنجاب) میں تھے ان کو کہیں سے ایک چوغہ ملا تھا جو بہت پرانا تھا۔ مولوی صدیق احمد صاحب مولانا کے یہاں آ رہے تھے۔ انہوں نے اسے ایک کپڑے میں سی کر دیا کہ مولانا کی خدمت میں پیش کر دینا۔ جب حاضر ہوئے اور پیش کیا تو مولانا نے فرمایا کھولا تو ایک بالشت بھی سالم نہ تھا۔ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم کا مصداق تھا مولانا نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جو ہم جوڑا بدلیں گے اسے اس کے ساتھ رکھ دینا چنانچہ جمعہ کے روز اس چوغہ کو پہن کر خطبہ پڑھا۔

عالم کا احترام

۱۴۱-فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے مولانا گنگوہی سے پوچھا تھا کہ مقامات باطنی میں کہاں تک پہنچ گئے ہو مولانا نے جواب میں لکھا کہ الحمد للہ مدح و ذم میرے لئے دونوں یکساں ہو گئے پھر تو حضرت نے بہت خوشی ظاہر فرمائی۔ پھر فرمایا کہ امتحان بھی ہوتا ہے اس طریق میں اور اکابر کا ہوتا ہے اور فرمایا کہ حضرت علم کی وجہ سے مولانا کا اس قدر ادب فرماتے تھے کہ ناواقف لوگ اگر اس برتاؤ کو دیکھتے تو مولانا کو پیر اور حضرت کو مرید سمجھتے اتنا ادب تھا کہ حضرت نے مولانا سے کبھی پاؤں نہیں دبوائے۔ مولانا محمد قاسم صاحب سے تو گوارا فرما لیتے تھے مگر ان سے نہیں۔

امتحان پر فرمایا کہ حضرت جب تھانہ بھون تھے تو ایک دفعہ مولانا گنگوہی مہمان تھے اور کھانا حضرت کے ساتھ ہی کھا رہے تھے۔ مولانا شیخ محمد صاحب تشریف لے آئے پیر بھائی تھے۔ بے تکلف تھے فرمانے لگے آہا آج تو مرید صاحب کے حال پر بڑی نوازش ہو رہی ہے کہ ساتھ کھانا کھلایا جا رہا ہے۔ باوجودیکہ حضرت میں بے حد انکسار تھا خصوص مولانا کے ساتھ مگر اس وقت شان مشیخت کا غلبہ ہوا۔ فرمایا ہاں واقعی ہے تو میری نوازش ہی ورنہ ان کا تو یہ درجہ تھا کہ ہاتھ پر روٹی رکھتا اور روٹی پر دال اور کہتا کہ جاؤ وہاں بیٹھ کر کھاؤ منہ سے تو یہ فرمایا اور کنکھیوں سے مولانا کی طرف دیکھا کہ کیا اثر ہوا۔ مولانا سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ پر کیا اثر ہوا فرمایا کہ میں اس وقت یہ سمجھ رہا تھا کہ حضرت نے بڑی رعایت کی میں تو اس قابل بھی نہ تھا۔ اور مولانا بھی حضرت سے اتنے کھلے

ہوئے اور اتنے بے تکلف تھے کہ خود حضرت کے پاس سہ دری میں (جس میں اب میں بیٹھتا ہوں) ایک صاحب ذکر میں مشغول تھے اور ذوق و شوق کے غلبہ میں اثنائے ذکر میں عاشقانہ اشعار بکثرت پڑھ رہے تھے۔ ہمارے بزرگوں نے اثنائے ذکر میں غلبہ شوق میں ایک دو شعر پڑھے تو ہیں مگر غلو نہیں تھا۔ غرض انہوں نے جب کثرت سے اشعار پڑھے اور مولانا یہاں منجد رہ میں تھے۔ جہاں اب حافظ اعجاز پڑھاتے ہیں۔ یہیں سے پکار کر فرمایا کہ یہ مشاعرہ ہے یا ذکر۔ پھر فرمایا کہ میں بہت شرمندہ ہوا کہ حضرت کے ہوتے ہوئے مجھے کیا حق تھا مگر وہ بھی حضرت کے معنوی اذن سے تھا۔

موتوا قبل ان تموتوا

۱۴۲- ایک صاحب نے خط میں لکھا کہ میں اس حال میں ہوں کہ نہ زندہ ہوں نہ مردہ فرمایا اچھا تو ہے موتو اقبل ان تموتوا۔

کل جدید لذیذ

۱۴۳- فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب امراء کو دال ساگ وغیرہ کھلاتے تھے اور غرباء کو گوشت گھی وغیرہ کسی نے سوال کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو اصلی وجہ تو اور[1] تھی مزاحاً فرمایا مہمان کو لذیذ کھانا کھلانا چاہئے اور کل جدید لذیذ ان کے لئے یہ جدید ہے اور ان کے لئے وہ جدید۔

پرانے حضرات

۱۴۴- ایک صاحب پرانے ملنے والے آئے بشیر الدین ایڈیٹر البشیر جن سے مسلک میں بہت سا اختلاف بھی تھا مگر پھر بھی ان سے خوب بشاشت کے ساتھ باتیں ہوئیں۔ پھر اس پر فرمایا کہ پہلے زمانہ میں لوگوں کی زبان میں ادب نہ تھا مگر دل میں تھا۔ اور اب زبان میں تو ہے دل میں نہیں۔

---

[1] کہ غرباء محبوب ہیں امراء نہیں یہاں تک کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا کی ہے "اللھم احینی مسکینا و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین" ۱۲ جامع

گفتگوئے عاشقان درکار رب　　جوشش عشق است نے ترک ادب

بے ادب ترینست زوکس در جہاں　　باادب ترینست زوکس درنہاں

یعنی ظاہر میں بے ادب در جہاں کے یہ معنی ہیں کیونکہ ظاہر میں بے ادب باطن میں باادب اور اب یہ حال ہے کہ ظاہر میں تو ادب ہے مگر باطن میں نہیں۔ دیکھئے ان پرانے لوگوں کی ہی خصوصیت ہے کہ باوجود بہت سے اختلافات کے محبت ہے۔ وصل صاحب نے عرض کیا کہ یہ ایڈیٹر صاحب آج کل تو نماز وغیرہ بھی خوب پڑھتے ہیں۔ تسبیح بھی پڑھتے ہیں فرمایا اس وقت یہ خوبیاں بھی ہیں پرانی خوبیوں کے ساتھ لیکن اگر کوئی برائی بھی ہو تو وہ ایسی ہے۔ جیسے اگر تل چہرہ پر ہو تو حسن ہے۔ بشرطیکہ تل ہی تل نہ ہوں اسی طرح محاسن کثیرہ کے ساتھ تھوڑا سا نقص بھی کمال کی زینت ہے۔

بے تکلفی

۱۴۵-فرمایا مجھ کو کوئی خادم بنائے تو میں تو بہت زیادہ اور بہت جلد بے تکلف ہو جاتا ہوں۔ تکلف تو میرے اندر ہے ہی نہیں مگر لوگ خواہ مخواہ میری فضول تعظیم کر کے درمیان میں ایک حجاب کھڑا کر لیتے ہیں۔

عمل

۱۴۶-ایک صاحب نے کسی کی نسبت کہا کہ یہ کچھ تو کرتے ہیں فرمایا جو لوگ کچھ کرتے ہیں وہ ان سے تو اچھے ہیں جو کچھ بھی نہیں کرتے جیسا ایک شخص روٹی پکاتا ہے وہ پکاتا تو ہے جیسے بھی پکاتا ہے وہ اس سے تو اچھا ہے جو پکاتا ہی نہیں محض دوسرے کی پکائی ہوئی میں عیب ہی نکالتا ہے۔

حضرت کی سیاست

۱۴۷-اپنی سیاست کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا لوگوں سے لڑائی تو ہے میری مگر الحمد للہ وہ ناراض نہیں ہیں۔ شاید کوئی اتفاق ہی سے ناراض ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ میں لڑتا ہوں مگر ان کی مصلحت سے لڑتا ہوں اپنی مصلحت سے نہیں لڑتا اس لئے وہ ناراض نہیں ہوتے۔

رعایات

۱۴۸- پھر اس ناراضی کے وقت میں بھی ہر قسم کی رعایت ملحوظ رکھنے کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا میں نے ایک شخص کو نکالا کسی بات پر وہ مسجد سے باہر جانے لگا تو میں نے کہا کہاں جاتا ہے ادھر جا مسجد کے اندر رہتا کہ ایسی جگہ تو بیٹھے کہ اس کا ارادہ ہو معذرت کرنے کا تو وہ کر سکے اور میں ارادہ کروں تو میں کر سکوں۔

نفس کا علاج

۱۴۹- فرمایا اس میں بھی لطف ہے کہ آدمی مسئلہ [۱] مختلف فیہا بن کر رہے دنیا میں اسمیں بھی نفس کا علاج ہے۔ ایسا نہ ہونے میں نامعلوم نفس کیا سمجھ جاوے۔

پنجشنبہ ۱۲ / رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

لطیفہ

۱۵۰- مصر سے عیادت کا خط آیا تو فرمایا کسی نے قہر ہی کیا کہ قاہرہ میں بھی خبر پہنچادی۔

مروت

۱۵۱- فرمایا مولوی عبد السمیع [۲] صاحب میرٹھ میں تھے شاعری میں غالب کے شاگرد تھے جب نائی خط بنانے بیٹھا تو یہ شعر پڑھا شعر انہی کا ہے یا کسی اور کا ؎

حلاق ہر دو دست ترا قطع واجب است ——— اصلاح می دہی خط پروردگار را

ان کے یہاں تو مولود شریف کا بہت اہتمام تھا یہ بھی میرٹھ کی اسی ریاست میں تھے جس میں والد صاحب تھے۔ جب میں میرٹھ میں حاضر ہوتا تھا اکثر لوگ وعظ کی فرمائش کیا کرتے تھے۔ میں وعظ میں متعارف تھا مولود شریف کا بھی تذکرہ نکیر کے ساتھ کیا کرتا مگر پھر بھی وہ ویسے ہی محبت و شفقت فرماتے تھے۔ ایک بار مولانا محمد قاسم صاحب میرٹھ تشریف لائے تو بعض لوگوں نے پوچھا

[۱] کہ کوئی اچھا کہے کوئی برا ۱۲

کہ آپ مولود نہیں کرتے اور مولوی عبدالسمیع صاحب کرتے ہیں مولانا نے فرمایا ''من احب شیئاً اکثر ذکرہ'' معلوم ہوتا ہے ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت زیادہ ہے دعا ۳ کرو مجھے بھی زیادہ ہو جائے۔ مولوی عبدالسمیع صاحب خود مجھ سے کہتے تھے بھلا ایسے شخص سے کوئی کیا نزاع کرے۔ دیکھئے باوجود اختلاف مسلک کے کیسی خصوصیات کی باتیں ایک دوسرے کے لئے کرتے تھے۔ ان لوگوں کے دل کتنے صاف تھے۔ یہی مولوی عبدالسمیع صاحب مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے ایک بارات میں گئے تھے حالانکہ باہم بہت اختلاف رہ چکا تھا مگر مولانا نے پھر بھی خاطرداری کی اور فرمایا شام کو کھانا میرے ساتھ کھانا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اب تو یہ آئے ہوئے ہیں اس مسئلہ میں گفتگو کر لی جائے۔ فرمایا نہیں مہمان کی دل شکنی مروت کے خلاف ہے۔ اور دعوت کی کھانا کھلایا۔ ان حضرات کا اختلاف نیک نیتی پر مبنی تھا۔ اور اب تو ایک دوسرے سے نفرت پیدا کراتے ہیں جس سے اصلاح کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

تشدد

۱۵۲- فرمایا مولانا گنگوہی عوام میں سخت مشہور تھے حالانکہ محض غلط تھا اس زمانہ میں ایک مولانا محمد حسین متنی بھی موجود تھے۔ جو دہلی میں مقیم تھے۔ ان میں تشدد بہت تھا خود ان کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے مولانا نے ان کے متعلق فرمایا تھا کہ مولوی محمد حسین میں تشدد بہت ہے تو جو شخص دوسرے کے تشدد کو پسند نہ کرے وہ خود کیا تشدد کرتا۔ فرمایا محمد حسین نام پر یاد آیا ایک صاحب تھے کسی شیعوں نے نام پوچھا تو آپ نے بتایا امام حسین۔ لوگوں کو تعجب ہوا تو آپ کہتے ہیں تعجب کی

۱ احقر چہار شنبہ ۱۱ رجب کی مجلس میں حاضر نہ تھا اسعد الابرار میں غالباً یہ مجلس ہوگی۔ ۱۲

۲ مصنف انوار ساطعہ و حمد باری وغیرہ بدعی رسوم کی طرف مائل تھے۔ ۱۲ جامع

۳ اس سے ان کے فعل کا استحسان مقصود نہیں بلکہ حسن ظن کی بناء پر ایک عذر بیان فرمایا کہ غلبہ محبت میں مغلوب الحال ہو کر ایسا کرتے ہیں تو وہ معذور ہیں ورنہ کثرت ذکر تو یہ ہے کہ ہر وقت ہر مجلس اور ہر قول و فعل اور ہر حالت کا ذکر ہو مجلس کے وقت ولادت کے اہتمام کی تخصیص تو یہ بتاتی ہے کہ محض ایک رسم کا درجہ ہے ورنہ جیسے ہمارے بزرگ ہر بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر لے آتے ہیں محبت تو یہ ہے اور وہ تو محبت رسوم ہے۔ ۱۲

کیا بات ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے امام علی ۔جب امام علی نام رکھتے ہو تو امام حسین میں کیا حرج ہے
میں تو آخر چھوٹا ہی رہا۔ پھر فرمایا کہ فرق صرف رواج کا ہے۔ رمضان علی ۔رجب علی کثرت سے
رکھتے ہیں کسی نے ربیع الاول علی رکھ لیا تو منکر سمجھا جاتا ہے۔ ایک شخص کی کنیت تھی ابوعبداللہ کسی
ظریف نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا ابو عبد اللہ السمیع العلیم الذی
یمسک السماء انتقع علی الارض الا باذنہ توانہوں نے کہامرحبا بک یا
ابانصف القرآن پھر فرمایا کہ ناموں کے پسند ناپسند میں عادت کو بہت دخل ہے۔

مولانا سالار بخش کے واقعات

۱۵۳- اسی سلسلہ میں فرمایا مولانا سالار بخش صاحب کے نام تاریخی ہوتے تھے۔ چاہے مہمل
ہی ہوں۔ چنانچہ ایک لڑکی کا نام رکھا تھا کیہ زاکیہ لنگری اتم خیرا۔ کسی نے معنی پوچھے تو فرمایا علم
کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ عثمان کے کیا معنی عمر کے کیا معنی۔ فارغ التحصیل تھے مگر دماغ میں ذرا سا
خلل ہو گیا تھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے ان کی دستار بندی کی ہے۔ ان ہی مولانا سالار
بخش صاحب نے ایک تاریخی نام نکالا تھا۔ غلام قاسم ۔اس میں چالیس عدد بڑھ گئے تو آپ نے
غلام کا میم حذف کر دیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب ذہانت کے ساتھ ظریف بھی تھے۔ جب مولانا
سالار بخش کا انتقال ہوا تو مولانا نے سالار بخش کے عدد نکالے تو دو عدد زیادہ ہوتے تھے۔ آپ نے
دونوں الف حذف فرمادئے اور فرمایا انہی کے قاعدہ کے موافق تاریخ ہو گئی۔ ایک شخص نے مولانا
سالار بخش صاحب سے کہا کہ آپ بدعت کے اتنے تو مخالف مگر خود آپ کا نام بدعی ہے۔ حضرت
سالار بخش نے فرمایا یہ لفظ سالار نہیں ہے یہ ہے سال آر بتلا سال کا لانے والا کون ہے۔ بجز اللہ
تعالیٰ کے۔ ایک شخص کا نام قمر الدین تھا۔ لوگ اسے کرد خمرو قمرو کہتے تھے مولانا سالار بخش
صاحب اس سے خفا ہو گئے۔ تو فرمایا وہ کم رو۔ بھونڈا منہ اور ذرا پڑھے ہوئے لوگ کہتے ہیں خم رو
ٹیڑھا منہ اور جو اور زیادہ پڑھے لکھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں قمرو مگر یہ قم رو ہے یعنی آٹھ اور چلا جا عالم کی
مجلس سے۔ یہ مولوی صاحب وعظ بھی کہتے تھے۔ عورتیں زیادہ مرید تھیں۔ وعظ کے اعلان کے

لئے نقارہ بجتا تھا اور فرمار کھا تھا کہ ہمارے یہاں فرش کا انتظام نہیں ہے۔ جو آوے پیڑھی ساتھ لاوے۔ چنانچہ عورتیں آتی تھیں اور اپنی اپنی پیڑھیاں بچھا کر بیٹھتی تھیں سنا ہے کہ ان کی مریدنیاں سمجھتی تھیں کہ پیشاب پاخانہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے جہاں مغرب کی اذان ہوئی لوٹا لے کر پاخانہ دوڑی جاتی تھیں۔ فرمایا ایک دفعہ ۲۹ رمضان کو چاند نہ ہوا۔ آپ جو سوئے تو خواب میں دیکھا کہ چاند ہو گیا۔ بس حکم دے دیا کہ نقارہ بجادو۔ صبح کو عید ہو گئی لوگوں نے کہا خواب کا کیا اعتبار فرمایا نہیں میرا خواب غلط نہیں ہو سکتا۔ سورج نہیں نکلا تھا کہ گاؤں کے لوگ آئے اور شہادت دی۔ فرمایا دیکھو میں کہتا نہ تھا۔

ایضاً

۱۵۴- اسی زمانہ میں ایک صاحب سجادہ تھے۔ شاہ علی احمد سماع سنتے تھے۔ جب مولانا سالار بخش صاحب کو معلوم ہوتا ان کے قلعہ پر جا چڑھتے اور وہ ادب سے کچھ نہ کہتے تھے۔ آخر جب بہت تنگ ہوئے تو انہوں نے نالش کر دی ان کو عدالت میں بلایا گیا اول انکار کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ چلے جاؤ نہیں تو پکڑے جاؤ گے سو، گئے مگر شاہ صاحب کو مولانا کے مقابلہ میں کوئی گواہ نہ ملا۔ مدعی نے حاکم سے کہا اچھا یہ قسم کھالیں فرمایا مجھ کو عرضی دعویٰ سناؤ عرضی دعویٰ سنایا گیا اس میں یہ عبارت تھی کہ دو سو آدمی لے کر مجھ پر چڑھ آئے۔ آپ نے قسم کھالی کہ بالکل غلط ہے۔ دعویٰ خارج ہو گیا لوگوں نے باہر آ کر پوچھا کہ قسم کیسے کھالی فرمایا میں نے بالکل سچ کہا۔ کیا یہ گدھا تھا کہ میں اس پر چڑھا تھا یہ تو معاملات تھے مگر شاہ صاحب کا پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ مولانا صاحب ان کی قبر پر جاتے اور روتے اور فرماتے افسوس میرا قدردان جاتا رہا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا یہ مولوی صاحب ایک دفعہ شرح جامی پڑھا رہے تھے کسی مقام پر مولانا جامی پر ایک اعتراض کیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہیں اور مولانا جامی بھی حاضر ہیں۔ مولانا جامی نے ان کے اعتراض کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں ہمارے سامنے تقریر کرو، ہم فیصلہ کریں گے۔ دونوں نے تقریر کی تو حضور نے

مولانا جامی کی تقریر کی تصویب فرمائی تو یہ کیا عرض کرتے ہیں حضور ذرا سوچ کر فرمایئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو مجنون ہو بس صبح کو اٹھے تو مجنون تھے مگر مجنون بھی کس کے حضور کے۔

ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم — مست آن ساقی و آن پیمانہ ایم

اسی سلسلہ میں فرمایا مولانا شہیدؒ کی اس زمانہ میں شہرت تھی ذہانت کی بھی اور علم کی بھی۔ مولانا سالار بخش صاحب نے فرمایا کہ میرے سامنے آئیں تو ایک منٹ میں بند کر دوں۔ اتفاق سے مولانا کا تشریف لانا ہو گیا۔ ملنے آئے تو گھر میں چھپ گئے۔ جب تشریف لے گئے تو لوگوں نے کہا مولانا آپ گھر میں کیوں چھپ گئے تھے۔ فرمایا ذہین لڑکا ہے میرا علم اڑا لیتا تو دنیا کو تنگ کر دیتا۔

ایضاً

۱۵۵- اسی سلسلہ میں فرمایا سہارنپور میں ایک عالم تھے۔ مولانا سعادت علی صاحب وہ ان مولوی صاحب سے ملنے آئے تو نام پوچھا انہوں نے عرض کیا سعادت علی فرمایا کون سا کام کیا ہے سعادت کا۔ انہوں نے مزاح میں عرض کیا حضرت! ایک بیوہ کا تو نکاح پڑھ کر آ رہا ہوں فرمایا ہاں تو واقعی سعادت ہے۔

ایضاً

۱۵۶- اسی سلسلہ میں فرمایا نماز میں جو قرآن شریف پڑھتے تو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھتے تھے۔ ایک دن تھانہ بھون میں اسی طرح پڑھ رہے تھے چند لڑکے ہنس کے نیت توڑ کے بھاگ گئے۔ سلام پھیر کر فرمایا یہ کون تھے حرامی تکئے لاؤ ان کو پکڑ کر۔ لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ نہ معلوم کیا کریں۔ عرض کیا کہ وہ تو جلال آباد کے تھے۔ اور وہاں چلے گئے۔ فرمایا اچھا مجھ کو وہاں لے چلو۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت! انہوں نے توبہ کر لی ہے فرمایا اچھا۔

ایضاً

۱۵۷- اسی سلسلہ میں ایک عالم جو سہارنپور میں سررشتہ دار تھے ملنے آئے پوچھا کون ہو عرض کیا

سرشتہ دار فرمایا سرشتہ داری انگریزوں کی نوکری۔ ایک شخص نے چپکے سے عرض کیا حضرت یہ عالم بھی ہیں۔ فرمایا اچھا تم عالم ہو انہوں نے خوش طبعی سے عرض کیا جی ہاں فرمایا اچھا کچھ پوچھوں کہا کہ پوچھو فرمایا بتاؤ کہ مڑوا کیا ہے انہوں نے عرض کیا کیا عالم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ فی الفور جواب دے فرمایا نہیں تو۔ عرض کیا کل جواب دوں گا۔ پھر عدالت میں گاؤں والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کھیتی کاٹ کر جو جڑیں چھوڑ دیتے ہیں اس کو مڑوا کہتے ہیں۔ دوسرے دن انہوں نے آ کر عرض کیا فرمایا ہاں کسی سے پوچھ لیا ہوگا۔ انہوں نے کہا پوچھنے میں کیا حرج ہے علم تو اسی سے بڑھتا ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا اچھا میں کچھ پوچھوں۔ فرمایا پوچھو۔ عرض کیا کہ بتایئے تاک دنا دن دنا اس کے کیا معنی، فرمایا یہ تو ڈوموں ہی والی کہی۔ انہوں نے عرض کیا اور آپ نے رانگڑوں (راجپوتوں) والی کہی تھی۔ مولانا نے فرمایا بلا سے پھر بھی رانگڑ جمان ہیں اور نائی ڈوم، کمین انہوں نے عرض کیا کہ رانگھڑ تو چور ہوتے ہیں فرمایا اللہ کے سوں (قسم) ہم تو چور نہیں وہ لا حول پڑھ کر اٹھ کر چلے گئے۔ فرمایا ان کے بھائی کا اور ایک بیٹے کا مقدمہ چل رہا تھا بیٹے نے ان کو گواہی میں طلب کرا دیا۔ آپ حاکم کی طرف سے پشت پھیر کر کھڑے ہوئے اور فرمایا بھائی کافر برا نہ مانئے کافر کا منہ دیکھوں نہ دکھاؤں ہوں۔ تجھے منہ سے کیا آواز تو سن ہی لے گا۔ پوچھ کیا پوچھے۔ اس نے پوچھا کہ اس مقدمہ میں تم کیا جانتے ہو بیان کرو۔ فرمایا میرا بھائی جھوٹا ہے۔ بیٹا سچا۔ حاکم نے کہا بس جاؤ۔ پھر لوگوں سے کہا کہ بزرگوں کو تکلیف نہیں دیا کرتے۔ فرمایا جب راستہ میں چلتے اور کوئی کہتا کہ کیچڑ ہے تو پوچھتے تو کون ہے ہندو یا مسلمان اگر کہنے والا ہندو ہوتا تو اسی راستہ کو چلتے اور فرماتے ہندو کافر کی مخالفت کرنا چاہئے۔

ایضاً

۱۵۸- قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے ان کو ایک خط لکھا ہے انہوں نے سماع پر بہت سخت مضمون لکھا تھا۔ قاضی صاحب نے برخوردار محمد سالار کر کے لکھا ہے اور اس میں اتنی سختی سے منع کیا ہے مگر وہ ان کو سنوا پانی پیتا کہا کرتے تھے پھر فرمایا کیسے کیسے لوگ گزرے ہیں اللہ اللہ۔ فرمایا ان کا

خاندان اب بھی موجود ہے۔ بہت بھولے بھالے لوگ ہیں یہ امیٹھ کے تھے۔

حضرت کی نثر میں شاعری

۱۵۹-فرمایا ڈپٹی علی سجاد صاحب کے والد سے منقول ہے انہوں نے میرے متعلق کہا تھا کہ نثر میں بھی شاعری کرتا ہے۔

بیرنگ خط کی واپسی

۱۶۰-فرمایا مولانا گنگوہی نے ایک بیرنگ خط واپس کر دیا۔ ڈاک خانہ میں ہندو کلرک تھا کہنے لگا اتنے تو منی آرڈر آتے ہیں ایک چار پیسے کے واسطے خط واپس کر دیا۔ فرمایا یہ حال ہے ذہنیت کا

نجدیوں کے متعلق فیصلہ

۱۶۱-فرمایا ایک شخص نے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے نجدیوں کے متعلق۔ میں نے لکھ دیا کہ میرا یہ خیال ہے کہ وہ نجدی ہیں وجدی نہیں اور ضرورت اس کی ہے اگر ایسے ہو جائیں تو ہم آنے والوں سے اس طرح پوچھا کریں۔

بازگو از نجد و از یاران نجد ـــــ تا در و دیوار را آری بوجد

لوگ ان کا جنید و شبلیؒ سے موازنہ کرتے ہیں۔ حالانکہ امان اللہ اور رضا شاہ وغیرہ سے موازنہ کرنا چاہیے۔

التشرف اور سلطان ابن مسعود

۱۶۲-فرمایا میں نے جو ایک کتاب لکھی ہے۔ التشرف حافظ جلیل احمد علی گڑھی (خلیفہ مجاز حضرت تھانوی) جب حج کو گئے تھے وہ کتاب ساتھ لے گئے تھے سلطان کے یہاں پیش کی تو چونکہ کتاب عربی عبارت میں ہے خود دیکھی اور دیکھ کر فرمایا ھذا یوافقنا مگر کہنا تو یوں چاہیے تھا نحن نوافقه خیر بہت خوش ہوئے اور نام پتہ وغیرہ پوچھا انہوں نے سب عرض کر دیا۔

۱۶۳-فرمایا میں نے مسائل تصوف کی ایک فہرست لکھوائی ہے عنوانات التصوف اس میں تصوف کے ان مسائل کی فہرست [1] ہے جو قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں دو ہزار مسائل تو وہ ہیں جو سرسری نظر سے مجھے قرآن وحدیث سے مل گئے اور غور کرنے سے اور بھی نکل سکتے ہیں ان سے معلوم ہو جائے گا کہ اس فن کو مخترع اور محدث کہنا ظلم ہے اور جہاں کسی مسئلہ میں غلطی ہو رہی تھی اس غلطی پر بھی اطلاع دی گئی ہے۔

تفقہ

۱۶۴-فرمایا امرتسر کے ایک غیر مقلد صاحب نے مجھ کو لکھا کہ تم نے شر القرون کے صوفیہ کی اپنی کتابوں میں حمایت کی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کیا شر القرون میں سب ہی شر ہیں۔ پھر یہ صاحب تھانہ بھون بھی آئے تھے اور آنے سے پہلے یہ صاف لکھ دیا کہ جانچ کرنے آتا ہوں مگر یہاں انہی کی جانچ ہو گئی۔ اس طرح سے کہ ان کے بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے پوچھا کہ مجھ پر قوت شہوانیہ کا غلبہ ہے اور نکاح کی وسعت نہیں تو وہ بزرگ مجھ سے پہلے ہی فوراً بول اٹھے کہ روزے رکھو اور حدیث پڑھ دی۔ ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء اس نے کہا کہ روزے بھی رکھے مگر کچھ نہیں ہوا بس وہ تو ختم ہو گئے۔ دخل در معقولات کے بجائے در منقولات کیا تھا مگر ان کی قابلیت تو ختم ہو گئی۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ روایت میں یہ لفظ ہے فعلیہ بالصوم۔ علی الزوم کے لئے ہے پھر لزوم یا اعتقادی ہے یا عملی اور ظاہر ہے کہ علاج میں اعتقادی مراد نہیں ہو سکتا تو لزوم عملی مراد ہوا اور لزوم عملی تکرار سے ہوتا ہے اس لئے حدیث کا مدلول یہ ہے کہ کثرت سے مسلسل رکھو اس کی کثرت سے قوت بہیمیہ منکسر ہو گی چنانچہ رمضان میں اول اول ضعف نہیں ہوتا حالانکہ صوم کا تحقق ہوا بلکہ اخیر میں ہوتا ہے کیونکہ کثرت کا تحقق ہوا۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ ضعف نفس صوم سے نہیں ہوتا۔ بلکہ کھانے کا جو وقت معتاد بدلا جاتا ہے دوسرے

---

[1] حضرت نے یہ کام اپنے ایک خلیفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب شیروانی سے کرایا

وقت میں کھانا ویسے جزو بدن نہیں ہوتا اس لئے ضعف ہوتا ہے پس مدار ضعف کا مخالفت عادت ہے اور یہی راز ہے صوم دہر کی ممانعت میں ۔ کیونکہ جب وہی عادت ہو جائے گی تو قوت بہیمیہ میں ضعف نہ ہوگا ۔ بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ جس نے رات کو پیٹ بھر کر کھایا تو اس نے روزے کی روح کو نہیں پہچانا ۔ میں نے اس کا جواب دیا ہے کہ ضعف مخالفت عادت سے ہوتا ہے ۔ یعنی مثلاً سحری میں خوب کھالیا لیکن عادت کے وقت یاد آیا اور کھانے کو ملا نہیں تو اس سے ضعف ہوا اور اگر کم کھانا روزے کی روح ہوتی تو حدیث شریف میں صاف ممانعت ہوتی پیٹ بھر کر کھانے کی بلکہ ایک حدیث میں تو روزہ افطار کرانے کی فضیلت میں یہ لفظ ہیں من اشبع صائماً اگر شبع مذموم ہوتا تو اشباع جو اس کا سبب ہے ضرور مذموم ہوتا ۔ تب ان مولانا کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہوا کہ پڑھنا اور ہے اور جاننا اور ۔ اس پر فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے ۔ کہ ایک پڑھنا ہے ایک گننا ہے تو گننے کی کوشش کرنا چاہئے اور گننے کی مثال میں ایک حکایت بیان فرمائی ۔ ایک شخص ہدایہ کے حافظ تھے ان سے کسی غیر حافظ ہدایہ کی گفتگو ہوئی غیر حافظ نے وہ مسئلہ ہدایہ میں بتایا حافظ نے کہا کہ ہدایہ میں نہیں ۔ اس نے کہا ہدایہ میں ہے لاؤ ۔ ہدایہ آیا تو اس نے دکھایا کہ دیکھو یہ مسئلہ اس مقام سے مستنبط ہوتا ہے یہ دیکھ کر وہ رونے لگے کہ بھائی پڑھا تو ہم نے مگر سمجھا تم نے بس بعض لوگوں کی سطحی نظر ہوتی ہے گہری نہیں ہوتی ۔

چہار شنبہ ۱۸ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

تشدد بھی شفقت کے لئے ہے

۱۶۵ ـ فرمایا ایک صاحب نے لکھا تھا آنے کو ۔ میں نے لکھا شرائط بھی معلوم ہیں ۔ تصانیف میں سے چھانٹ کر کچھ شرطیں لکھی ہیں تو میں نے لکھا ہے کہ اگر شرائط کے اجتماع پر بھی مزعومہ فائدہ نہ ہوا ۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے پھر فرمایا کہ پہلے سے ایسی تحقیقیں اس واسطے کی جاتی ہیں تاکہ بعد میں رقم اور وقت صرف ہونے کا قلق نہ ہو ۔ چنانچہ ایک صاحب نے جو بلا تحقیق یہاں آگئے مجھ پر

تنقید کی تھی کہ ایک تو لطائف کی تعلیم نہیں دیتا دوسرے کپڑا اچھا پہنتا ہے۔ میں نے کہا کہ کسی لنگوٹی بند سے مرید ہو جاؤ جو کپڑا ہی نہ پہنے اور لطائف کا جواب یہ ہے کہ جب تم خود محقق ہو تو مجھ سے رجوع کی کیا ضرورت ہے۔ لوگ کچھ کچھ خیال لے کر آتے ہیں وہ پورا نہیں ہوتا تو پھر ان کو افسوس ہوتا ہے۔ میں ان افسوس سے بچاتا ہوں۔ بعض لوگ اس پر لکھتے ہیں کہ اگر کچھ فائدہ نہ ہوا تب بھی قلق نہ ہوگا۔ تو ایسے لوگوں کو بلا لیتا ہوں مجھے بھائیوں سے خدانہ کرے نفرت کب ہے۔ میں تو ان حضرات کو صلحاء سمجھتا ہوں اور جب صلحاء سمجھتا ہوں تو ان کی اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں۔

قبول ہدایا کے شرائط

۱۶۶ ایک منی آرڈر واپس ہوا تو ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر اس کو اپنی غلطی معلوم ہو جائے تو اس کی اصلاح کر لے فرمایا کہ واپسی کی وجہ یہ ہے کہ ان کو مجھ سے کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور یہ خصوصیت شرط ہے قبول ہدیہ کی اب تو ہدیہ ایک مالگذاری کی طرح ہو گیا باقی واپس کرنے کی وجہ میں برابر لکھ دیتا ہوں تو ان کو اپنی غلطی معلوم ہو جاتی ہے۔ ایک صاحب نے واپسی پر کچھ تعجب کیا تو فرمایا تعجب تو ہر شخص سے لے لینے پر ہونا چاہئے نہ کہ نہ لینے پر کیونکہ لینے کے لئے کچھ شرطیں بھی ہیں۔ تو شرطوں کے انتفاء پر لے لینا عقلاً یہ تعجب کی بات ہے۔

دستی جواب

۱۶۷۔ ایک صاحب نے دستی خط دیا اور جواب کے لئے ڈاک کا لفافہ اس میں رکھ دیا تھا تاکہ مولانا کی آزادی میں فرق نہ پڑے جب چاہیں جواب لکھ دیں اس کا جواب اسی وقت لکھ کر دستی ہی دیدیا اور فرمایا کہ میں تو کوشش اس کی کرتا ہوں کہ لوگوں کے پیسے بچ جائیں مگر آزادی رہے اس وقت جواب تیار ہو گیا دیدیا اور اگر جواب سوچنا پڑتا تو دوسرے وقت لکھ کر ڈاک سے بھیج دیتا

ل جمعہ ۱۳ رجب کو احقر مجلس میں حاضر نہ تھا اور شنبہ ۱۴ کو کانپور کا سفر ہوا وہاں مولوی ابرار الحق نے ملفوظات ضبط کئے ۱۷ رجب سہ شنبہ کو واپسی ہوئی اس روز بھی احقر شریک مجلس نہیں ہوا۔ ۱۲ جامع

تکلف

۱۶۸-لکھنؤ سے واپسی کی تاریخ کی اطلاع مولوی شبیر علی صاحب کو نہیں دی اس کی وجہ میں فرمایا وہ اپنا کرایہ خود دیتے ہیں مجھ سے نہیں لیتے تکلف کرتے ہیں نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ جو مجھے آرام ان سے ملتا اب نہیں ملے گا۔

بے تکلفی

۱۶۹-فرمایا تھانہ بھون میں قبرستان کے لئے جب زمین خریدی تو بعض مالکوں نے قیمت لینے سے انکار کیا میں نے کہا اب تو لے لو پھر ہدیہ کر دینا اور مجھے اختیار رہے گا چاہے لوں یا نہ لوں انہوں نے قیمت لے لی پھر بعض نے ہدیہ بھی دیا اور زمین آ گئی۔غرض بے تکلفی بڑے آرام کی چیز ہے پھر فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے تو میں بے موقع کیوں لوں اور دوسروں کی یہ تکلیف کیوں گوارا کروں نیز وہاں مولوی شبیر علی کے بہت مشاغل ہیں تجارت زمینداری اہتمام مدرسہ میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی وجہ سے کسی کا حرج کروں۔

بخل

۱۷۰-فرمایا محققین کے نزدیک یہ خصلت کہ دوسرے کا کوئی احسان نہ لے ایک شعبہ ہے بخل کا۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جو دوسروں کے یہاں کھانا کھانے میں دریغ کرے تو سمجھ لو خود کھلانے میں بھی دریغ کرے گا۔اسی طرح جب میں اوروں کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تو خیال کیجئے کہ خود بھی یہ نہیں چاہتا کہ مجھے تکلیف دی جائے اسی لئے میں نے اسے بخل سے تعبیر کیا ہے گو یہ معصیت نہیں ہے۔کیونکہ ہر بخل منہی عنہ نہیں ہے۔صرف بخل شرعی قبیح ہے اور یہ بخل محض لغوی ہے ہاں ایسی خدمت کے لئے اپنے کو آمادہ پاتا ہوں جس میں مجھے زائد تکلیف نہ ہو تھوڑی سی تو اٹھا لیتا ہوں زیادہ نہیں۔بس جی یہ چاہتا ہے کہ نہ اپنے سے کسی کو تکلیف ہو نہ دوسروں سے اپنے کو یہ میرا طبعی وفطری مذاق ہے۔

گالیاں

۱۷۱-فرمایا افریقہ سے ایک خط آیا تھا تحریکات کے متعلق کچھ پوچھا تھا میں نے عذر لکھ دیا تھا تو

جواب میں گالیاں آئیں آج بھی ایک خط ایسے ہی سوالات کا آیا ہے تو میں نے ان گالیوں کو یاد کر کے سوچا کہ جواب ایسا لکھوں کہ نہ سائل کی مرضی کے موافق جواب ہو اور نہ گالیاں پڑیں سو میں نے لکھا ہے کہ یہ سوال تنقیحات متعددہ کا محتاج ہے جس کے لئے تحریر کافی نہیں کسی محقق عالم سے زبانی حل کر لو۔

اجانب کی ڈاک کی کثرت

۱۷۲- ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ڈاک تو زیادہ ملنے والوں ہی کی ہو گی فرمایا نہیں زیادہ اجانب کی ہی ہے اور کسے کسے یاد رکھو جسے یاد رکھنا فرض ہے وہی یاد نہیں رہتا۔

اذیت

۱۷۳- فرمایا ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپ نے مجھے بدتمیز لکھا ہے اور بزرگ تو ایسے نہیں لکھتے تو گویا بزرگوں کے خلاف کیا یہ مجھ پر اعتراض کیا ہے۔ فرمایا ایسوں سے مجھے تکلیف نہیں ہوتی جو اعتقاد نہ رکھ کر اعتراض کریں ان سے اور امید ہی کیا تھی۔ تکلیف تو ان سے ہوتی ہے جو دعویٰ محبت کا کریں اور پھر ستائیں۔

گھر دل بہلانے کے لئے ہے

۱۷۴- فرمایا میں نے گھر میں کہہ رکھا ہے کہ جس وقت میں آؤں آتے ہی کوئی قصہ بکھیڑے کا لے کر نہ بیٹھا کرو۔ جب میں بات چیت کرنے لگوں اور مزاج میں بشاشت دیکھو تب کہا کرو۔ کیونکہ نہ معلوم باہر سے کس حال میں آیا ہوں۔ آدمی گھر میں آتا ہے دل بہلانے غم گھٹانے تم دیکھ لیا کرو کہ اسوقت طبیعت پر کیا اثر ہے ایسا نہ ہو کہ اور غم بڑھا دو گھر میں آنے کی زیادہ غرض یہی ہے ورنہ اور شدید ضرورت ہی کیا ہے۔

ہر نفس پروری معصیت نہیں

۱۷۵- فرمایا ایک صاحب بے تکلف تھے کہنے لگے تم تو نفس پرور ہو میں نے کہا یہ تو صغریٰ ہوا

اور کبرا کیا ہے کیا ہر نفس پروری معصیت ہے۔

دوسرا عقد

۱۷۶ - فرمایا جب نیا عقد کیا تو بڑا شور وغل ہوا۔ لوگوں نے بہت کچھ کہا۔ بڑے گھر میں بہت اثر تھا عورتیں ان کے پاس اس طرح آتی تھیں جیسے تعزیت کے لئے آیا کرتی ہیں۔ خیر اس پر تو میں نے کچھ نہیں کہا۔ پھر بعض عورتوں نے یہ کیا کہ یہاں بھی آتیں وہاں بھی جاتیں اور یہاں کی وہاں کہتیں اور وہاں کی یہاں۔ میں نے قریب قریب ساری برادری کی ایسی عورتوں کو جمع کر کے کہا کہ دونوں گھر جانے کی اجازت نہیں جو یہاں آئیں وہاں نہ جائیں جو وہاں جائیں یہاں نہ آئیں۔ لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ برادری پر حکومت کرتے ہو مگر کیا کریں دفع شر کے واسطے ضرورت تھی۔

شورش بعض طلبہ

۱۷۷ - مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے بعض طلبہ کی شورش کے ذکر پر فرمایا کہ شاگرد محبت کرتے ہیں تو استادوں کو بھی محبت ہو جاتی ہے اور یہ تو پھر آدمی ہیں کتا بھی راستہ میں ساتھ ہو لیتا ہے تو اس سے ایک گونہ محبت ہو جاتی ہے مر جاتا ہے تو رنج ہوتا ہے۔

توکل اور عشق

۱۷۸ - اس پر ایک بزرگ کی حکایت فرمائی جو رامپور کے رہنے والے تھے قاری صاحب مشہور تھے قرآن مجید اچھا پڑھتے تھے۔ انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ اس وقت کل سوا روپیہ پاس تھا ایک روپیہ کے چنے بھنوائے اور چار آنہ کا گاڑھا لے کر تھیلہ بنایا اور اس میں چنے بھر لئے اور پیادہ چل کھڑے ہوئے۔ منزل پر کسی نے کھانا دیدیا کھالیا ورنہ چنوں پر گذر کر لیا۔ آگرہ کے راستہ سے گئے کسی جگہ سے ایک کتا ساتھ ہولیا اور آگرہ آ کر مر گیا ان کو گوارہ نہ ہوا کہ ساتھی کو ویسے ہی چھوڑ کر چلے جائیں اسے دفن کیا جب بمبئی پہنچے تو جہاد کے ٹکٹ کی ضرورت تھی۔ مگر پیسہ نہ تھا۔ توکلا علی اللہ جہاز پر گئے اور کپتان سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کوئی نوکری مل جائے اس نے دیکھا

نورانی شکل ہے جواب دیا کہ آپ کے لائق کوئی نوکری نہیں ۔انہوں نے کہا کہ لایق نالایق کا سوال نہیں کوئی ہو نوکری ہو۔ کپتان نے کہا ایک بھنگی کی جگہ خالی ہے۔ یہ اس کے لئے بھی تیار ہو گئے تو اس نے سمجھا انہیں خلل دماغ ہے اس نے عاجز کرنے کو کہا بھنگی کے متعلق ایک اور کام بھی ہے اسباب اٹھانے کا یہ اس کے لئے بھی تیار ہو گئے تو اس نے ایک بڑا بورا دکھلایا اس کو اٹھاؤ وہ ان کی طاقت سے بہت زیادہ تھا۔ یہ پتلے دبلے آدمی تھے وہ بہت وزنی تھا۔ انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ یہاں تک تو میں آ گیا ہوں اب آگے آپ مدد فرمایئے اس پر ایک حکایت نقل کی کہ مولوی شبیر احمد صاحب نے بیان کیا کہ ایک بزرگ جیل میں تھے ۔ جب غسل کا وقت آتا غسل کر کے کپڑے بدل کر خوشبو لگا کر پھاٹک تک جاتے اور کہتے کہ فاسعوا الی ذکر اللہ کا امتثال یہاں تک تو میرے بس میں تھا آگے نہیں ہے ۔غرض انہوں نے دعا کی اور بسم اللہ کہہ کر سر سے اوپر اٹھا لیا تو اس نے کہا شاباش اور ان کا نام لکھ لیا۔ دیکھئے عشق بھی عجب چیز ہے کہاں ایک ولی اور کہاں یہ کام مولانا فرماتے ہیں۔

ایں چنیں شیخے گدائے کو بکو عشق آمد لاابالی فاتقوا

پھر آثار عشق کے سلسلہ میں بطور جملہ معترضہ کے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ہمارے مجمع میں ایک بزرگ منشی محمد یوسف صاحب خورجہ کے رہنے والے اپنے بزرگوں پر جان دینے والے کسی بزرگ کا نام نہیں سن سکتے تھے ۔ سنتے ہی چلانے لگتے اور گر پڑتے مگر نماز میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔ تھانہ بھون بھی آتے تھے۔ میں نے منع کر دیا تھا پھر وہاں آواز نہیں نکلی جو کچھ تھا دل میں رہتا تھا۔ پس ظاہر میں خاموش باطن میں پر جوش بقول نواب شیفتہ ؎

تو اے افسردہ دل زاہد یکے در بزم رنداں شو کہ بینی خندہ برلبہا و آتش پارہ در دلہا

فرمایا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی جب نماز پڑھتے تھے ایک آگ سی سینہ میں ہوتی تھی اور ایسی آواز آتی تھی جیسا حدیث میں ہے لہ ازیز کازیز المرجل میں نے جب اول اول ان کا جوش دیکھا تو حضرت گنگوہی کو میں نے لکھا (یہ حضرت سے بیعت تھے) کہ اگر ان کی یہی حالت رہی تو کسی دن مر جائیں گے۔ جواب میں فرمایا کہ اگر ایسا ہوا تو شہادت کبریٰ ہوگی

۔ اور جب یہ گنگوہ آتے تو مولانا دیکھتے ہی فرماتے وہ آئے کان پھوڑنے والے اور یہ مولانا کو دیکھتے ہی گر پڑتے تھے ان کو کشف قبور اور ویسے بھی کشف بہت ہوتا تھا اور بھولے لوگوں کو کشف بہت ہوتا ہے ایسا کم ہوا ہے کہ عقل کامل اور کشف دونوں باتیں جمع ہوئی ہوں ۔ یہ منشی صاحب ایک بار لوہاری میانجی صاحب کا حجرہ دیکھنے گئے پھر یہ شوق ہوا کہ حضرت میاں جی صاحب کو جس نے دیکھا ہوا سے دیکھوں ۔ معلوم ہوا کہ ایک بڈھا پرانا حلوائی ہے ہندو جس سے میاں جی صاحب نے کچھ پڑھا بھی ہے ۔ یہ اسے دیکھنے گئے ۔ یہ عشق کے کرشمے ہیں کہ اس کے غلبہ میں بازار گئے اور ہندو سے ملے اس پر وہ شعر یاد آتا ہے۔

عشق را نازم کہ یوسف را بہ بازار آورد ہمچو صنعا زاہدے را زیر زنار آورد

پھر اس حلوائی سے پوچھا تو نے میاں جی صاحب کو دیکھا ہے اور آپ سے کچھ پڑھا بھی ہے ۔ اس نے کہا ہاں، پھر پوچھا تجھ کو کبھی مارا بھی ہے اس نے کہا ہاں، پوچھا کہاں مارا ہے اس نے کہا گردن پر انہوں نے کہا مجھے اجازت دے کہ میں اس جگہ بوسہ دوں اس ہندو نے تھوک لگنے کو بھی گوارا کرلیا اور اجازت دیدی انہوں نے خوب بوسے دئے ۔ عشق کا بھی کوئی قانون نہیں ہے اس کے بعد پھر اصل قصہ کی طرف عود فرمایا یعنی جب کپتان نے ان کا نام لکھ لیا تو ان سے بوجھ تو کبھی نہیں اٹھوایا ۔ بوجھ اٹھوانے کا تو ایک بہانہ تھا ۔ نوکری کے فرائض میں داخل نہ تھا ۔ غرض انہوں نے اپنا کام شروع کردیا باقی اوقات میں اپنے معمولات ادا فرماتے چنانچہ رات کو اٹھتے تہجد پڑھتے اور اس میں قرآن شریف پڑھتے ایک روز کپتان نے دیکھا اس نے قرآن شریف کبھی سنا نہ تھا اب سنا تو ایسے شخص سے سنا جو بے نظیر پڑھتے تھے بے حد دلکشی ہوئی اور پوچھا تم کیا پڑھا کرتے ہو انہوں نے کہا کہ قرآن شریف اس نے کہا بہت اچھی چیز ہے ہمیں بھی پڑھادو ۔ فرمایا اس کے پڑھنے کے لئے پاک ہونا شرط ہے ۔ اس نے کہا میں تو روزانہ غسل کرتا ہوں پاک رہتا ہوں انہوں نے فرمایا یہ پاکی مراد نہیں دل کی پاکی کی ضرورت ہے اس نے پوچھا وہ کیسے پاک ہو فرمایا ۔ ایک کلمہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کے پڑھنے سے دل پاک ہوتا ہے اس نے کلمہ پڑھ لیا ۔ اور پڑھتا پھرتا تھا ۔ جہاز کے دوسرے انگریزوں نے کہا کہ تم مسلمان ہو گئے ۔ کپتان نے کہا کہ نہیں

میں مسلمان نہیں ہوا۔ اسکو اب تک یہ خبر نہ تھی کہ اس کلمہ سے مسلمان ہوتا ہے اس کے رفیقوں نے کہا اس سے مسلمان ہو جاتا ہے یہ قاری صاحب کے پاس گیا اور کہا کیا میں مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے کہا تم تو اسی روز مسلمان ہو گئے تھے اول تو حیرت زدہ سا ہوا اور اسکے بعد سب سے کہہ دیا کہ ہاں میں مسلمان ہوں۔ اس کی بیوی نے انگریزوں نے خبر دی کہ وہ تو مسلمان ہو گیا ہے اس نے اس سے کہا ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تمہیں ساتھ رہنا ہے تو مسلمان ہو کر رہو نہیں تو کچھ تعلق نہیں مگر وہ مسلمان نہیں ہوتی۔ اس نے دین کی محبت میں بیوی کی بھی پرواہ نہیں کی اور نوکری بھی چھوڑ دی۔ اور قاری صاحب کے ساتھ حج کو چلا گیا اور ان کا خادم بن کر عمر گزار دی۔ ان ہی قاری صاحب کے دو واقعے اسی سفر کے اور ہیں ایک شروع سفر کا دوسرا ختم سفر کا۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ جب جہاز پر کپتان سے ان کی گفتگو ہو رہی تھی وہاں دو آدمی ایسے ہی بے خرچ اور تھے اور حج کے متمنی تھے۔ قاری صاحب کو معلوم ہوا تو کپتان سے کہا کہ ان کے لئے بھی کوئی اور جگہ ہے۔ اس نے کہا ہاں ایسی جگہ ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو یہ گندہ کام نہیں کریں گے۔ قاری صاحب نے کہا تمہارا کام بھی میں ہی کرلوں گا تم نام لکھوالو چنانچہ ان کا نام بھی لکھا گیا اور تین آدمیوں کا کام تنہا قاری صاحب کرتے تھے دیکھئے یہ ہے محبت باقی جب آثار نہ ہوں تو محض دعویٰ تو اسکا مصداق ہے۔

وجائزۃ دعوی المحبۃ فی الھوی ولکن لا یخفی کلام المنافق

باقی ایک بڑا مقام ان بزرگوں کا یہ ہے کہ اس اخلاص کامل پر بھی اپنے نفس کے ساتھ ان کو بد گمانی ہے چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک تابعیؒ کا قول ذکر کیا ہے۔ ''ادرکت سبعین بدریا کلھم یخافون النفاق علی نفسہ'' دوسرا واقعہ یہ ہے کہ جب یہ قاری صاحب حج سے واپس آئے تو آگرہ ہی کہ راستہ سے آئے جس سے گئے تھے جی چاہا کہ اپنے رفیق سفر کا نشان بھی دیکھتے جائیں۔ اس کتے کی ڈھیر پر پہنچے دیکھا تو وہاں ایک عالی شان مقبرہ بنا ہوا ہے۔ مجاور بیٹھا ہے۔ مٹھائیاں چڑھتی ہیں۔ انہوں نے پوچھا بھی۔ یہ کس کی قبر ہے۔ مجاور نے کہا ایک بزرگ کی ہے۔ نام پوچھا تو کہا نام معلوم نہیں ہے۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ یہ قبر کسی بزرگ کی نہیں ایک کتے کی قبر ہے۔ لوگ ان کے قتل کے درپے ہو گئے کہ بزرگ کو کتا کہتا ہے۔ انہوں نے

کہا کہ میاں قتل کرنا تو اختیار میں ہے جب چاہے کر دینا مگر اسے کھود کر تو دیکھ لو اگر کتا ہوا تو مجھے زندہ چھوڑ دینا ورنہ قتل کر دینا۔ اس پر لوگوں نے کہا کہ یہ وہابی ہے قبر کھودواتا ہے مگر ان میں بعضے بوڑھے آدمی بھی تھے وہ بولے کہ ٹھیک تو کہتے ہیں اگر یہ قبر آدمی کی نکلی تو ان کو قتل کر ڈالنا غرض قبر کھودی گئی دیکھا تو کتا ہے۔ پھر اس مجاور کی بہت پٹائی ہوئی اور قاری صاحب کی بہت قدر و منزلت ہوئی۔

مصنوعی قبر

۱۷۹ اس مصنوعی قبر پر فرمایا کہ ایک جگہ ایک مزار ایک بزرگ کی چارپائی کا ہے گو بنانے والے نے اس پر چارپائی کی تصویر بھی بنا دی ہے۔ کہ سب کو معلوم ہو جائے مگر جو چار پائے ہیں وہ وہاں بھی جاتے ہیں اور قبور اصلیہ کا سا معاملہ کرتے ہیں۔ پھر ان بزرگوں کے تذکرہ کے بعد فرمایا اولیاء اللہ کے تذکرہ میں ہوش نہیں رہتا۔ میں ڈاک ۱ لکھنا بھول گیا۔

پنجشنبہ ۱۹ رجب ۱۳۵۷ مسجد خواص میں بعد عصر

خودرائی

۱۸۰۔ ایک ذاکر کو کچھ جنون کا سا اثر ہو گیا تھا ان کے تذکرہ پر فرمایا کہ ہونے والی بات تو ہوتی ہی ہے مگر اکثر یہ دیکھا ہے کہ اس طریق میں خودرائی کرنے والے کا انجام جنون ہوتا ہے کہ خود ہی کھانا کم کر دو یا خود ہی سونا کم کر دیا۔ ان کی رائے بھی خاص خاص مسائل میں ایسی ہی تھی۔ مجھ سے ان کا بچپن سے تعلق ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں ویسے بہت نیک ہیں مگر مجھے انکی طرف سے ہمیشہ انقباض ہی رہا بشاشت کبھی نہیں ہوئی۔ ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا نیکی اور خودرائی جمع بھی ہو جاتی ہیں فرمایا ہاں نیکی کے ساتھ خودرائی جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ نیکی غیر کامل ہو۔ یعنی صرف نماز روزہ وغیرہ تو کر لیتے ہوں مگر اخلاق کا اہتمام کافی نہ ہو۔ ان ہی صاحب کے متعلق فرمایا کہ ایک گفتگو ان کی مجھے یاد ہے۔ لوگوں کا مذاق مختلف ہے۔ بعض یہ چاہتے ہیں کہ مجمع ہو۔ ان کا مذاق

بھی یہی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ اصلی مذاق یہ نہ ہونا چاہئے تو یہ صاحب اس مذاق کی تائید میں کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے" واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی " اس سے اختلاط کا اصل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا اگر یہ مذاق اصلی ہوتا تو "واصبر" نہ فرماتے۔ لفظ صبر خود بتلا رہا ہے کہا کہ اصلی مذاق یہ ہونا چاہئے کہ سب سے وحشت ہو سوائے اللہ میاں کے غرض یہ صاحب اس قسم کا مذاق رکھتے تھے۔

ہجوم عوام

۱۸۱- فرمایا خلق کے ہجوم پر (جس کا ذکر اوپر کے ملفوظ میں ہے) یاد آیا ایک مولوی صاحب جواب تو نوعمر نہیں ہیں مگر میرے اعتبار سے تو نوعمر ہی ہیں وہ بغرض تربیت میرے پاس رہنے کے لئے آئے تھے۔ ان بچاروں نے ایک بار خود ہی اقرار کیا کہ میرا جی یہ چاہتا ہے کہ میرے ارد گرد لوگ ہوں مجمع ہو وغیرہ وغیرہ اور چونکہ خوش تقریر تھے ان کے ملنے والوں نے تحریکات کے زمانہ میں یہاں سے لے جانا چاہا کہ مجالس میں شرکت اور تقریر کیا کریں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا اختیار ہے غرض یہاں سے چلے گئے اور مجالس کی شرکت کرنے لگے۔ لوگ ان کے ہاتھ چومنے لگے بس دماغ بدل گیا اور اصلاح ناتمام رہ گئی بقول مولانا رومی ۔

او چو بیند خلق را سرمست خویش ۔۔۔ از تکبر می رود از دست خویش

بڑے ہونے سے پہلے تو چھوٹے ہونے کی ضرورت ہے بقول حافظ شیرازیؒ

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی ۔۔۔ تا راہ بیں نباشی کے راہبر شوی

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق ۔۔۔ ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

پھر فرمایا کہ یہ عوام کا ہجوم بہت ہی سم قاتل ہے اللہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ بعض بزرگوں نے جو

---

۱ اکثر عصر کے بعد ڈاک آ جاتی تھی اسی وقت سب کا جواب بھی تحریر فرماتے تھے اور حاضرین سے باتیں اور خاص دینی خدمات بھی۔ ۱۲

ملامتی طریقہ اختیار کیا ہے اُسکی وجہ یہی ہے کہ ہجوم عوام سے بچے رہیں پھر فرمایا کہ یہ ملامتی اصلطلاح اس معنے میں تو ہے نہیں دوسری اصطلاح منقول ہے جس کی اصل یہ ہے کہ عوام کے ہجوم وعقیدت سے محفوظ رہنے کے لئے بعض اکابر اپنے اعمال کو چھپاتے تھے اصطلاح میں ملامتی اس کو کہتے ہیں۔ اب لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ خلاف شرع کام کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ غلط ہے اہل طریق خلاف شرع کبھی نہیں کرتے ہاں لوگوں کی نظر میں خلاف شرع ظاہر ہوں تو اور بات ہے۔ بہرحال اعمال کے اخفا یا موہم خلاف شرع کے اظہار کی اصل وجہ یہ تھی کہ عام لوگ معتقد نہ ہوں مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ مقتداء کو اس کی اجازت نہیں کہ دوسروں کو ضرر ہے اور اس کے متعلق ایک بات مولانا گنگوہی عجیب فرماتے تھے کہ اب تو اگر کوئی ملامتی بننا چاہے تو پڑھنے پڑھانے میں اور اتباع شریعت میں مشغول رہے کیونکہ لوگ ایسوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ملا ہیں انہیں تصوف کیا آتا ہے۔

جاہل پیر

۱۸۲- فرمایا آج کل تو یہ حال ہے کہ ایک مدعی پیر جو اب مر گئے یہ کہتے تھے جسے سبحان اللہ والحمد للہ پڑھنا ہو وہ مولانا گنگوہی کے یہاں جائے اور جسے درویشی سیکھنا ہو وہ یہاں آئے یہ حالت ہے جہل کی۔ ان ہی پیر کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ان کے ایک مرید تھے ڈپٹی کلکٹر جو بعد میں ان سے پھر گئے تھے مگر جس زمانہ کا قصہ میں بیان کرتا ہوں اس وقت وہ معتقد تھے ان کیمدرح میں خود مجھ سے کہتے تھے کہ میں ایک بار ان کی خدمت میں حاضر ہوا (اور ان کا لباس اس وقت ثقہ لباس تھا) تو فرمایا تم حاکم ہو اور ایسے لباس میں رہتے ہو اس طرح رہنے سے ہیبت نہیں رہتی جسکی حاکم کو ضرورت ہے اور خادم کو حکم دیا کہ ہمارا کوٹ لاؤ اور حجام کو بلاؤ۔ حجام سے ان کی داڑھی منڈوا دی یا ترشوادی اور کوٹ پتلون پہننے کا حکم دیا۔ پھر وہ ایک مدت کے بعد ان کے معتقد نہیں رہے تو مجھ سے رجوع کیا تو میں نے ایک یہ بھی شرط لگائی کہ شیخ سابق کو برا بھلا نہ کہنا رہا پر تو انہوں نے ہی لگایا ہے۔ پھر انہوں نے ان کی تعلیمات نقل کیں تو معلوم ہوا کہ طریق سے بالکل اناڑی ہیں۔ نیز باقاعدہ کسی سے ان کو تعلیم وتلقین کی اجازت بھی حاصل نہیں تھی۔ ان کو ان کے باپ کے مریدوں

نے پیر بنایا تھا کہ جمع ہو کر پگڑی لپیٹ دی کوئی پیر کا خلیفہ ہوتا ہے یہ مریدوں کے خلیفہ تھے۔ ان کی نسبت لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے بہت روز تک اناج نہیں کھایا۔ لوگ اس کو بھی آج کل کمال سمجھتے ہیں بس کوئی امتیاز ہونا چاہئے خواہ اس کا طریق سے تعلق بھی نہ ہو۔ فرمایا میرے ایک دوست تھے ان سے کسی معتقد نے ان ہی پیر کا حال بیان کیا کہ وہ غذا نہیں کھاتے صرف ذرا سا ناشتہ کر لیتے ہیں جس میں اتنی بالائی اور اتنے بادام اور اتنی کشمکش وغیرہ وغیرہ ہوتا ہے اور کچھ بھی نہیں وہ کہنے لگے کہ اگر اتنی چیزیں مجھے روز دیدیا کرو میں تو عمر بھر بھی روٹی کا نام نہ لوں۔ بس یہ پیر صاحب گیہوں نہ کھاتے تھے شاید اس خیال سے کہ گیہوں کھانے سے آدم علیہ السلام جنت سے نکلے ہیں مگر اب تو گیہوں کھانا جنت [1] میں جانے کا ذریعہ ہے اس وقت نکلنے کا ذریعہ تھا کوئی گیہوں میں خاصیت تھوڑا ہی ہے خاصیت تو اوامر ونواہی میں ہے۔ اگر کوئی کریم دعوت کرے اور سب کھانے ہوں تو میزبان کا مہمان پر حق ہے کہ سب کھائے ہاں بیمار ہو تو جو چیز اسے مضر ہو وہ نہ کھائے اور وہ بھی طبیعت کے اتباع سے۔ ایسے ہی طریق میں ہے کہ جو بیمار ہوا سے پرہیز بتایا جاتا ہے اور یہ سب [2] مباحات حق تعالیٰ کی دعوت کا خوان ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ مجھ سے حکیم صاحب نے (جو لکھنؤ میں معالج تھے) پوچھا کہ کیا چیزیں مرغوب ہیں۔ میں نے کہا کہ ہر چیز مرغوب ہے تو فرمانے لگے کہ ہفتہ میں ایک دو دفعہ ضرور کھالیا کرو امتحان ہی ہو جائے گا قوت کا۔ میں یہ فن تو نہیں جانتا مگر قواعد سے ان کے کمال کا معتقد ہو گیا کہ حد کے اندر مباحات کی اجازت دی۔ پرہیز میں غلو نہیں کیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پھر فرمایا کہ پرہیز پر یاد آیا حکیم عبدالمجید [3] خان صاحب اکثر مریض سے پوچھا کرتے تھے کیا کیا کھاتے ہو اور وہ جو کچھ بتاتا اس میں ضروری اصلاح فرما دیتے۔

---

[1] ارشاد ہے کہ کلوا من طیبت مارزقنکم جان کی حفاظت فرض ہے فرض کی ادائیگی دخول جنت کا ذریعہ اور گیہوں بھی منجملہ اور ماکولات طیبہ مباحہ کے ہے جو قوام بدن بنتا ہے اسلئے یہ بھی دخول جنت کا ذریعہ ہے ۱۲ ج

وساوس کا علاج

۱۸۳- فرمایا ہمارے حاجی صاحب نے وساوس کا ایک عجیب علاج تجویز فرمایا کہ اگر بکثرت واقع ہوں اور دفع نہ ہوں تو اس مراقبہ میں مصروف ہو جاؤ کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ نے قلب بھی کیا عجیب چیز بنائی ہے کہ اس میں دریا کی سی موجیں اٹھتی ہیں اور کسی طرح نہیں رکتیں تو اس طرح سے وساوس صنع الٰہی کے لئے مشاہدہ کا آلہ بن جاویں گے جو ایک باطنی علامت ہے۔

ذکر بالجہر ریا نہیں

۱۸۴- فرمایا حضرت مولانا گنگوہی نے ایک صاحب کو ذکر بالجہر بتایا انہوں نے عرض کیا کہ اس میں تو ریا ہوگی فرمایا جی ہاں اس مین ریا ہوگی اور اگر چپکے چپکے ذکر کی ہیئت بنا کر بیٹھو گے تو کیا لوگ یہ نہ سمجھیں گے کہ معلوم نہیں کہ عرش کی سیر کر رہے ہیں یا کرسی کی تو یہ ریا نہ ہوگی۔

ایضاً

۱۸۵- فرمایا ایک صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی سے عرض کیا کہ ذکر میں نیند بہت آتی ہے حضرت نے علاج ارشاد فرمایا کہ ایسے وقت میں حدیث میں ہے فلیرقد یعنی جب نیند آجائے سو جاؤ پھر اپنی طرف سے افادہ فرمایا کہ میری سمجھ میں تو یہ بات آئی ہے کہ ذکر جہر میں جو ریا کا شبہ ہوتا ہے یہ بھی نفس کا بہانہ ہے کہ ذکر جہر کرنے میں اگر کسی دن آنکھ نہ کھلی تو اہل محلہ پر قلعی کھل جائے گی۔ اسلئے آہستہ آہستہ ہی کرنا چاہئے تا کہ کسی کو پتہ ہی نہ لگے سب معتقد رہیں نفس کے ان بہانوں کو شیخ ہی خوب سمجھتا ہے۔

قبض کا علاج

۱۸۶- فرمایا ہمارے حضرت کی خدمت میں ایک نقشبندی آئے اور قبض ہو گیا تھا۔ حضرت

---

۲ خلق لکم ما فی الارض جمیعا اور عام نفع کیلئے ہے اللہ اللہ یہ میزبانی ہے اور مضرات کو حرام فرمایا۔
۳ دہلی والے جو حضرت کے طب میں استاد بھی تھے نفیسی کے چند سبق پڑھتے تھے۔ ۱۲ ج

سے عرض کیا فرمایا ذکر جہر کرو کہنے لگے میرے شیخ نے نہیں بتایا۔ فرمایا تو ان کے پاس جاؤ میرے کیوں آئے ہو۔ پھر انہوں نے ذکر جہر کیا تو قبض جاتا رہا۔

ایضاً

۱۸۷۔ فرمایا مولوی صادق الیقین صاحب کو قبض ہوا انہوں نے مجھے لکھا اور لکھا کہ میں نے ذکر بھی بڑھادیا ہے مگر فائدہ نہیں ہوا۔ میں نے لکھا کہ بڑھانے سے ہی زیادہ قبض ہوا ہے۔ بالکل چھوڑ دو سیر و تفریح کرو دوستوں سے ملو لذیذ چیزیں کھاؤ اس سے بس قبض جاتا رہا۔ راز یہ تھا کہ کثرت مجاہدات سے طبیعت ملول ہوگئی تھی اسباب تفریح سے نشاط پیدا ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ میں کجا اور ایسی دقیق تدبیر کجا مگر جب حق تعالیٰ کسی کو کوئی خدمت سپرد کرتے ہیں تو اسکا فہم بھی دیتے ہیں ان ہی کی دستگیری سے سب باتیں سمجھ میں آجاتی ہیں کوئی اپنے علم و فہم پر ناز نہ کرے اپنے علوم کو اپنا کمال نہ سمجھے ورنہ جو اہل افادہ ہیں وہ افادہ ترک کر کے دیکھ لیں کہ سب سلب ہو جاوے گا بس یہ علوم مکسوبہ نہیں موہوبہ ہیں جب تک القاء کرتے ہیں تلقی ہوتی رہتی ہے۔ اور اگر ناز کریں سب بند ہو جائے۔

مختلف سلاسل

۱۸۸۔ فرمایا نقشبندیہ، چشتیہ وغیرہ سب نام ہیں اور حقیقت سب کی ایک ہے یعنی اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون'' نیز نقشبندیوں کا مذاق چشتی ہوتا ہے اور بعض چشتیوں کا نقشبندی۔ یہ تقسیم ایسی ہی ہے جیسے و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا مگر اب تو ان قیود کو ہی مقصود بالذات سمجھنے لگے ہیں۔

ایضاً

۱۸۹۔ فرمایا حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ ایک قادری اور ایک چشتی لڑتے آئے تھے چشتی صاحب حضرت خواجہ معین الدینؒ کو حضرت غوث اعظمؒ پر اس طرح ترجیح دیتے تھے کہ

ان کی تنقیص ہوتی تھی اور قادری بالعکس ۔ حضرت نے فرمایا کہ میاں ایک قادریوں کے باپ ہیں اور دوسرے چچا اور چشتیوں کے بالعکس ۔ سو باپ کبھی گوارا نہیں کرے گا کہ کوئی اپنے چچا کی اہانت کرے کہ اسکا بھائی ہے ان فضولیات کو چھوڑو اور کام میں لگو ورنہ خود باپ بھی ناراض ہو جائے گا قادری اس تفصیل میں ''قدمی علی رقاب کل اولیاء اللہ'' سے اور اس کے صدور کے وقت حضرت خواجہ صاحب کے گردن جھکا دینے سے استدلال کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا اس سے تو حضرت خواجہ صاحب کی تفضیل پر بھی استدلال ہوسکتا ہے اس طرح کہ ان کی عبدیت بڑھی ہوئی تھی۔

کشف

۱۹۰۔ حضرت حاجی صاحب کے ایک معتقد جو اصل میں حضرت حافظ ضامن صاحب کے مرید تھے اور بہت نیک بزرگ تھے ۔ حضرت کی خدمت میں بیٹھے تھے ان کو وسوسہ ہوا کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت کا بڑا درجہ ہے یا حافظ صاحب کا حضرت نے فوراً فرمایا تمہاری خدمت کے واسطے تو سب کافی ہیں جیسے ایک بڑا اسقادہ ہو اور ایک چھوٹا تو تمہارا گھڑا بھرنے کے لئے وہ بھی کافی ہے اور یہ بھی ایسے فضول خیالات میں کیوں پڑا جائے اور حضرت ایسے موقع پر اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے ۔

پیش اہل دل نگہ دارید دل — تا نہ باشید از گمان بد خجل

اسی سلسلہ میں فرمایا اہل ظاہر کے سامنے تو وضع قطع درست کر لینے کی ضرورت ہے اور ان حضرات کے سامنے دل درست کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کا لقب جواسیس القلوب ہے۔ اس پر ایک مسئلہ یاد آیا کہ قصداً قلب کا تجسس حرام ہے اور یہ مشائخ کے لئے بھی حرام ہے۔ البتہ جس کو بلا قصد انکشاف ہو جائے اس پر ملامت نہیں مگر اسکو بھی چاہئے کہ اپنے دل کو اس طرف سے ہٹا لے تو یہ حضرات قصداً تجسس نہیں کرتے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ جس کو انکشاف نہ ہوتا ہو وہ اقرب الی السنۃ ہے کیونکہ وہ خطرہ سے بعید ہے ۔ پھر فرمایا لوگ اس انکشاف ہی کو زیادہ

کمال سمجھتے ہیں جسکا حاصل یہ ہوا کہ شیخ کو چغل خور ہونا چاہئے اور ایسا انکشاف اکثر تو محض ظنی ہوتا ہے اور اگر ظنی بھی نہ ہوتب بھی شرعا حجت نہیں۔

ہندوستان میں شافعیت

۱۹۱- سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب حج کرنے گئے وہاں جا کر شافعی ہو گئے۔ میرے پاس ان کی اطلاع کا خط آیا۔ میں نے لکھا کہ یہاں نہ شافعی عالم ہیں اور نہ تمہارے پاس ان کی پوری کتابیں ہیں اگر کوئی نیا مسئلہ پیش آئے گا تو پوچھو گے کس سے ان سے اس کا جواب نہ بن پڑا تو حنفی ہو گئے میں نے بھی اسی نیت سے لکھا تھا۔

اہل مدارس کا عدم توکل

ایک مدرسہ کے طلبہ کی شورش کا حال سن کر فرمایا کہ مدرسہ والے بھی بہت ڈھیلے ہیں سب کو نکال باہر کریں۔ مدرسہ والوں کا سب کا یہی حال ہوتا ہے۔ جب میں ایک مدرسہ میں تھا تو مجھے بھی کچھ کچھ خیال ہوتا تھا کہ چندہ بند ہو جائے گا اور چندہ ہوتا ہے تکثیر سواد سے۔ لیکن تکثیر سواد خود مقصود ہی نہیں مقصود تو یہ ہے کہ آدمی کام کے پیدا ہوں اور جو کام نہ کریں ان کو نکال باہر کرنا چاہئے اگر کم ہو جائیں گے تو ہو جائیں ورنہ یہ ترقی ایسی ہوگی جیسے مردہ مر کر پھول جاتا ہے کہ ترقی تو ہوئی مگر کس کام کی۔ ہمارے اکابر کے زمانہ میں بڑے بڑے مدرسوں میں ساٹھ ستر طلبہ سے زیادہ نہ ہوتے تھے مگر ان میں سے ایسے ایسے نکلتے تھے کہ جنید وقت ہوتے تھے۔ سادگی اتنی تھی کہ اگر کسی کتاب کی غلطی درست کرنی ہوتی تھی تو قلم دوات نہیں ملتا تھا بس دفتر سے مانگ کر بناتے تھے اور اب تو ہر حجرہ کے سامنے سائیکل نظر آتی ہے اور کتابیں طاق میں سجی رکھی رہتی اور کئی کئی طرح کے قلم روشنائی مہیا رہتی ہے مگر کام کے لئے نہیں بلکہ یہ بھی ایک فیشن ہو گیا ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی کے زمانہ میں اہل شہر کی طرف سے مدرسہ دیوبند میں ایک ممبر بڑھانے کے لئے درخواست کرنے میں فتنہ کھڑا ہو گیا مگر مولانا یہی فرماتے رہے کہ ان میں اہلیت نہیں ہے غیر اہل کو ممبر بنانا جائز نہیں۔ میں نے عرض کیا کیا حرج ہے ایک ممبر بڑھا لیجئے

فتنہ دب جائے گا اور ضرر کچھ ہے نہیں کیونکہ فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا ہے اور کثرت آپ کے خدام کی ہے اور نہ بڑھانے میں فتنہ بڑھنے سے اندیشہ ہے کہ مدرسہ ٹوٹ جائے۔ فرمایا اگر مدرسہ ٹوٹ گیا تو اسکے ٹوٹنے کے وہ ذمہ دار ہوں گے اور اگر ہم نے نااہل کو بتایا تو ہم گنہگار اور ذمہ دار ہوں گے اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہوگا سو ہم کو مدرسہ مقصود نہیں رضائے حق مقصود ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت گنگوہیؒ نے زمانہ شورش میں حضرات مدرسہ کو ایک رائے تحریر فرمائی تھی کہ مدرسین مہتمم کے کام میں دخل نہ دیں اپنا کام کیئے جائیں مگر اب تو طالب علم مہتمم کے کاموں میں دخل دیتا ہے یہ حریت ہے لوگوں کا مذاق ہی بگڑ گیا ہے اور ایسا بگڑا ہے کہ شور وشر کو حیات سمجھتے ہیں اور سکون کو موت یعنی وہ زندہ ہی کیا ہوا جو حرکت نہ کرے اور حرکت بھی کرے تو ایسی ان کے نزدیک جس طرح سکون منافی ہے حیات کے اسی طرح حرکت مستقیمہ بھی۔ بس حرکت غیر مستقیمہ کو حیات سمجھتے ہیں۔

نسبتیں

۱۹۳- فرمایا آج کل ایک نیا رنگ یہ ہوا ہے کہ ایک صاحب نے اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اشرفی، میں مواخذہ کروں گا۔ اسی طرح تو تحزب ہو گیا ہے پھر اس کی تفصیل فرمائی کہ ایک تو وہ نسبت ہے کہ اس کا بدعت وغیرہ سے مقابلہ ہو یعنی کسی اہل حق کی طرف منسوب کیا جاوے جس سے اہل حق کی جماعت میں ہونا ظاہر ہو جائے مثلاً سنی یا مثلاً اس وقت اعمال ظاہرہ و باطنہ میں بہت سی جماعتیں اہل بدعت کی پیدا ہوگئی ہیں ان سے امتیاز کے لئے حنفی یا حسینی یا امدادی کہا جائے مضائقہ نہیں۔ باقی خود ایک ہی سلسلہ کے شعوب میں تمائز کھلا تفرق ہے جیسے محمودی، خلیلی، اشرفی، وغیرہا اور جہاں یہ ضرورت نہ ہو محض فضول ہے یہ کیا ہے کوئی لکھتا ہے محمودی، کوئی خلیلی وغیرہ ان حضرات کو اپنا نام ہونا بھی پسند نہ تھا۔

نظم

۱۹۴- مسلمانوں کی سراسیمگی کے تذکرہ پر فرمایا کوئی تدبیر بدون نظم کے مفید نہیں ہوتی پس نظم کا اہتمام کرنا چاہئے۔

لیاقت جتلانا

۱۹۵- فرمایا ایک صاحب نے مجھ کو خط میں اپنی کسی درخواست کی تقویت کے لئے حدیثیں لکھیں۔ میں نے جواب میں لکھا ہے کہ کیا میں ان حدیثوں سے جاہل ہوں یا جان کر عمل نہیں کرتا۔ دونوں صورتوں میں مجھ سے تعلق مضر ہے کیونکہ پہلی صورت میں تو جاہل ہوا۔ اور دوسری صورت میں بدعمل اور دونوں تعلق کے قابل نہیں لوگ اپنی علمی لیاقت جتاتے ہیں۔ اب انجان آدمی تو یہ کہے گا کہ حدیثوں سے چڑ گیا (نعوذ باللہ) معترض تو اسی عنوان سے تعبیر کرے گا۔ دیکھئے یہ لوگ ایک تو علم کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ دوسرے مخاطب کو مجبور کر رہے ہیں کہ ضرور درخواست منظور کرو ورنہ ان حدیثوں کے خلاف ہوگا۔ اگر یہ قصد بھی نہ ہوگا تو ایہام تو ضرور ہے۔ سو ایہام سے بھی بچنا چاہئے پھر فرمایا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایسے دقیق ادب کے قواعد بعد کے لوگوں نے بنا لئے ہیں متقدمین میں نہ تھے۔ حالانکہ خود سلف سے اس کے اشباہ منقول ہیں۔ چنانچہ کسی نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ علقمہ افضل ہیں یا اسود آپ نے فرمایا ہمارا تو منہ بھی اس قابل نہیں کہ ہم ان حضرات کا نام بھی لیں پھر تفصیل کیسی۔

بعض دفعہ اعتراض سے عجب کا علاج ہو جاتا ہے

۱۹۶- فرمایا ایک صاحب کا خط آیا کہ میں نے ایک رسالہ لکھا ہے اس پر نظر اصلاح کر دو۔ میں نے جواب لکھا کہ مجھے تو فرصت نہیں اور دوسروں سے بلا معاوضہ کام نہیں لیتا اگر معاوضہ دو گے تو کسی سے کام کرا دوں گا۔ انہوں نے لکھا کہ بہت دین فروشی کر چکے جواب تو نہ کرو۔ پھر فرمایا ایسے لوگوں سے رنج نہیں ہوتا ہے رنج ہوتا ہے خلاف توقع سے سو ان سے توقع ہی کیا تھی اور جب کسی سے توقع ہی نہ رکھی جائے تو رنج ہی نہیں ہوگا ۔

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

پھر فرمایا بلکہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ایک حکمت ہے کہ عجب کا علاج ہو جاتا ہے۔ جیسے بخار میں گولی مل جائے۔ کنین کی تو بہت ہی اچھا ہے اور یہاں تو (نعمت) کونین کی ہے۔ غرض ایسے

اعتراضوں سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ہم ایسے ہیں جیسے کوئی اختلافی مسئلہ اگر ایک معتقد ہے تو ایک غیر معتقد اور یہ اللہ ہی کو معلوم ہے کہ صواب کس کی رائے ہے تو اس تردد سے عجب کا تو علاج ہوجاتا ہے۔

عورتیں قابل رعایت ہوتی ہیں

۱۹۷- کچھ عورتوں کے تذکرہ کے بعد فرمایا کہ ہمارے ماموں صاحب فرماتے تھے کہ دو چیزیں بہت قابل رعایت ہیں ایک عورتیں اور ایک مسجد کہ ان کی رعایت کو کوئی اپنے ذمہ نہیں سمجھتا

شنبہ ۱۲ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

جانوروں کے اجزائے انجکشن

۱۹۸- کانپور میں ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے انجکشن کی ایک دوا پیش کی تھی اور قوت کے لئے اس کے استعمال کا مشورہ دیا تھا اور ڈاکٹر صاحب نے حضرت سے یہ بھی عرض کیا کہ اس میں کچھ جانوروں کے اجزاء ہیں فرمایا وہاں تو ذبح ہی نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ حلال جانوروں کے ہیں فرمایا وہاں تو حلال کو بھی حرام کردیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ ضرورت میں تو جائز ہوگا۔ فرمایا ضرورت اس درجہ کی نہیں ہے پھر اس میں مفصل گفتگو لکھنؤ میں ڈاکٹر عبدالعلی صاحب سے ہوئی جس کا نتیجہ وہی رہا جو اوپر مذکور ہوا غرض اس کا استعمال نہیں کیا گیا

حاضری کی اجازت

۱۹۹- ایک صاحب نے بنگال سے لکھا کہ لکھنؤ آنے کی اجازت چاہتا ہوں اور اگر وہاں حضرت نہ ملے تو جہاں تشریف رکھتے ہوں وہاں کی اجازت چاہتا ہوں۔ جواب ارقام فرمایا اس وقت تھانہ بھون جارہا ہوں اجازت لینے کا وہاں خط لکھو پھر فرمایا کہ وہاں کی ساری مصلحتوں پر یہاں بیٹھے ہوئے کیسے نظر ہوسکتی ہے اس لئے یہاں سے تھانہ بھون جانے نہ جانے کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔

تیسرے درجے میں سفر

۲۰۰-فرمایا بھائی [۲] نے مجھ کو مشورہ دیا تھا کہ سیکنڈ میں سفر کیا کرو اس میں آرام ملتا ہے اور وہ خود بھی اس میں سفر کیا کرتے تھے۔ اور میں کم سے کم درجہ یعنی تیسرے درجہ میں سفر کرتا ہوں مگر وہ جب پنشن لے کر آئے تو خود بھی تیسرے درجہ میں سفر کرنے لگے۔ ایک دفعہ میں نے پوچھا کہ اس میں تو آرام نہ ملتا ہوگا کہنے لگے کہ راحت اسی میں زیادہ ہے اس کی وجہ میں یہ کہا کرتا ہوں کہ تیسرے درجہ میں تو وہ لوگ زیادہ ہوتے ہیں جو ہماری رعایت کرتے ہیں اور بڑے درجوں میں وہ لوگ زیادہ ہوتے ہیں جن کی رعایت ہم کو کرنا پڑتی ہے۔ دوسرے یہاں آزادی ہوتی ہے جیسے چاہو لیٹو بیٹھو اور وہ بھی آزاد کہ جس طرح چاہیں رہیں۔ بڑے درجوں میں تو اکثر فرعون بنے بیٹھے رہتے ہیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک دفعہ راندیر سے آتے ہوئے وہاں کے لوگوں نے سیکنڈ کا ٹکٹ لے دیا۔ جب پہنچانے والے سب لوگ اتر گئے تو میں نے ایک رفیق سفر کو تو وہاں بھیج دیا اور خود تیسرے میں بیٹھا وہ صاحب کہتے تھے کہ مجھے بڑی ضیق ہوئی کہ بالکل تنہا سفر کر رہا تھا اور نا جنس کی معیت بھی حکماً تنہائی ہی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ موحش۔ اسی سلسلہ میں فرمایا بڑے بڑے لوگ نواب وغیرہ صاحبوں نے بھی مجھ کو جب بلایا ہے تو میں تیسرے ہی درجہ میں گیا ہوں کہ پرایا مال کیا حرام کا ہے کہ اسکو ضائع کروں۔ چنانچہ نواب صاحب ڈھاکہ کو وہاں پہنچ کر جب اسکی اطلاع دی کہ آپ کی رقم ابھی بچی ہوئی ہے تو ان کو بڑا تعجب ہوا۔ میں نے حساب کی اطلاع کر دی۔ پھر جب میں واپس آ گیا تو اس میں بیس روپیہ بچ گئے تھے میں نے ان کو اس کی بھی اطلاع کر دی کہ اس قدر رقم بچ گئی ہے مگر اوروں کے لئے تو یہ معمول رہا کہ ان کو تو واپس کر دیتا ہوں لیکن اس میں نواب صاحب کی اہانت ہوتی تھی۔ اس لئے ان کو لکھ دیا کہ مسجد کے وضو خانہ میں سائبان کی ضرورت تھی آپ کی طرف سے سائبان میں یہ بیس روپے لگا دئے اور مجھے یہ خشک زہد اچھا

---

[۱] جمعہ ۲۰ رجب کو احقر حاضر مجلس نہ تھا ۱۲ ج

[۲] مولوی شبیر علی صاحب کے والد ماجد جناب منشی محمد اکبر علی صاحب مرحوم ۱۲ ج

معلوم نہیں ہوتا کہ سب کو ایک لکڑی سے ہانکا جائے ان اللہ یامرکم ان تؤدالا مانات الیٰ اھلھا اس میں سب حقوق آ گئے۔ اب لوگ افراط وتفریط کرتے ہیں۔ افراط تو یہ ہوتا ہے یا تو سب کے واپس کئے جاتے ہیں۔ تفریط یہ ہوتی ہے کہ یا تو سب کی رقم کا بچا ہوا رکھ لیا جاتا ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے توسط کی توفیق بخشی ہے کہ معمول اصلی تو واپسی کا ہے مگر واپسی جن کے شان کے خلاف ہے ان کا خود نہ رکھا جائے بلکہ کسی مصرف خیر میں صرف کر کے اطلاع دیدی جائے۔

مساوات

۲۰۱- ایک صاحب نے عرض کیا کہ آج کل مساوات کا بہت چرچا ہے فرمایا نبوت سے بڑھ کر کوئی درجہ مقبولیت ومحبوبیت کا نہیں اس کے لئے بھی ارشاد ہے فضلنا بعضھم علیٰ بعض تو اس میں بھی مساوات نہیں تو افضلیت کا انکار تو محض باطل ہے۔ البتہ صاحب فضیلت کو فضیلت پر فخر کرنا ترفع اختیار کرنا یا دوسرے کی تحقیر کرنا یہ برا ہے۔

قرآن پاک کے متعلق غلط فہمی

۲۰۲- ایک انگریزی خوان شخص کا خط آیا کہ اس نے انگریزی اس لئے پڑھی تھی کہ معاش میں سہولت ہو مگر چار سال ہو گئے ٹھوکریں کھاتے ہوئے وائسرائے کے یہاں کوئی جگہ خالی ہوئی ہے تو ڈھائی ہزار درخواستیں پہنچی ہیں پھر لکھا ہے کہ آپ آیۃ کریمہ کا ختم کرا کے دعا کیجئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت سے مجھے کامیابی ہو جائے۔ فرمایا بس لوگوں نے اللہ کے کلام کی یہ برکت دیکھ رکھی ہے حالانکہ اس کی برکت کی حقیقت خود اس میں مذکور ہے کتاب انزلنہ الیک مبارک لیدبروا ایتہ والیتذکر اولو الالباب تو اس کی برکت کی روح تدبر وتذکر ہے یہ نہیں فرمایا کہ لیر قوابہ مگر ان کا کیا قصور۔ غرض پرست لوگوں نے بگاڑ دیا ہے۔

آج کل کے پیر

۲۰۳- فرمایا دہلی میں ایک پیر جی تھے ہمارے قصبہ رامپور کے رہنے والے دہلی میں ان کی بود وباش تھی ایک صاحب ان کے مرید تھے۔ ملازمت ملتی نہ تھی اپنے شیخ سے عرض کیا کہ دعا

فرمایئے انہوں نے فرمایا کہ پہلی تنخواہ پوری لوں گا۔ اتفاق سے ملازمت مل گئی جب تنخواہ ملی تو آدھی لے کر آئے اور پیر سے پیچ بولے کہ حضور یہ آدھی ہے آدھی معاف کر دیجئے میرے پاس اور کچھ نہیں ہے اسی کو قبول فرما لیجئے تو پیر صاحب کیا کہتے ہیں کہ جاؤ پھر نوکری بھی کر لینا اس غریب نے پوری دیدی۔ بس اب تو یہ خیال ہے۔

اسی سلسلہ میں فرمایا رامپور ہی میں ایک شخص کسی پیر سے مرید ہو گئے تھے ایک عرصہ کے بعد کسی نے پوچھا کہ میاں کچھ فائدہ بھی ہوا کہنے لگے جب سقا وہ ہی میں کچھ نہ ہو تو بدھنی میں کیا آوے۔ انہوں نے کہا کہ پھر چھوڑ دو کہنے لگے یہ شرافت کے خلاف ہے۔

ایضاً

۲۰۴-فرمایا کہ کثرت سے میرے پاس خطوط آتے ہیں پیروں کی شکایت کے کہ فرمائشیں کر کر کے ناک میں دم کر دیا ہے۔ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کوئی بڑی فرمائش کی اور دام دینے کا بھی وعدہ کیا مگر دام نہیں دیئے مگر پھر بھی پیر پیر ہیں اور مرید مرید جیسے آج کل کا نکاح کہ طلاق سے وہ نہیں ٹوٹتا کفر سے وہ نہیں ٹوٹتا بس ایک دفعہ پڑھا گیا تو ہمیشہ کو پکا ہو گیا۔ یہی حالت پیری مریدی کی ہو گئی۔ کہ کسی بات سے بھی نہیں ٹوٹتی۔

ایضاً

۲۰۵-فرمایا پانی پت میں ایک پیر صاحب مرید سے خفا ہو گئے تو فرمایا جا تجھے چودہ خانوادوں سے نکال دیا بچارہ بہت رویا مگر ان کو رحم نہ آیا۔ آخر مولوی غوث علی شاہ صاحب کے پاس گیا اور قصہ سنایا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تیرے پیر کو خبر نہیں کل پندرہ خانوادے ہیں۔ میں تجھے اس پندرھویں میں داخل کر لوں گا مگر وہاں جا کر ان سے یہ پوچھ کہ مجھ کو ان میں داخل ہونے سے کیا ملا تھا اور نکل جانے سے کیا کمی ہو گئی۔ اس نے جا کر پوچھا تو وہ سمجھ گئے کہ مولوی غوث علی صاحب کا بھیجا ہوا ہے۔ یہاں آئے اور ان سے کہا کہ حضرت میرے مریدوں کو یوں سکھاؤ گے تو سب ہی نکل جاویں گے ایک بھی نہیں رہے گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم کو ستاتے ہوئے شرم نہیں آتی

ہے ایک ناواقف شخص نے اپنی دنیا تم پر نثار کی اپنا دین نذر کیا تمہاری بھینسوں کی خدمت کرتا ہے اور تمہارے پاس ہے کیا اور پھر اس سے ایسا برتاؤ کرتے ہو تب انہوں نے کہا کہ اچھا اب ایسا نہیں کروں گا اس کو سمجھا دو۔ انہوں نے اس سے کہہ دیا کہ جا ہم نے تیرے پیر کو سمجھا دیا ہے۔ تو اب تو لوگ یوں دھمکیاں دیتے ہیں مگر یہ نامناسب ہوا کہ پھر اسی کے سپرد کر دیا شاید اسکی تسلی اسی پر موقوف ہوا اور ممکن ہے کہ روایت کا یہ جزو صحیح نہ ہو۔

ایضاً

۲۰۶- فرمایا منگلور کے ایک پرانے آدمی جو دفتر نہر میں نوکر تھے۔ میں جس زمانہ میں کانپور تھا یہ قصہ بیان کرتے تھے کہ ایک پیر صاحب وہاں اپنے مرید کے گھر آئے۔ یہ مرید کھیتی باڑی کرتے تھے اور اکثر باہر جنگل میں رہتے تھے۔ پیر صاحب آئے اور بے تکلف گھر میں چلے گئے کیونکہ پیر سے کیا پردہ۔ ان کی بیوی نے لڑکے سے کہا کہ اپنے باپ کے پاس جا کر کہہ دے کہ پیر صاحب آئے ہیں ان کے گھوڑے کے واسطے گھاس لیتے آنا وہ گیا اور خبر کی اس نے پوچھا تیری ماں کہاں ہے لڑکے نے کہا پیر صاحب کے پاس بیٹھی ہے۔ بہت غصہ آیا۔ گھر آ کر دروازہ پر آواز دی کہ میں آ جاؤں؟ عورت نے کہا کہ یہاں کون ہے انہوں نے کہا کہ پیر صاحب ہیں گھر کے مالک ان سے اجازت تو لے لوں۔ پیر صاحب اس طعن پر بہت خفا ہو گئے کہ مردود ہو گیا ہے مرتد ہو گیا ہے اور خود اٹھ کے چوپال میں چلے گئے۔ مرید کھانے کے وقت بلانے گیا تو انکار کر دیا کہ جا مردود تو مرتد ہو گیا اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا کہ بس چل بھی لوگ ہنسیں گے کہ پیر مرید میں لڑائی ہو رہی ہے اور چپکے سے کان میں کہا میں ایک روپیہ دیا کرتا تھا اب کے دو دے دوں گا۔ بس اٹھ کے ساتھ ہو لئے۔

ایضاً

۲۰۷- فرمایا حیدرآباد والے ماموں صاحب بیان فرماتے تھے کہ ان کے کوئی شناسا گاؤں میں پیری مریدی کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک مریدنی کے یہاں ٹھہرے تو دوسری مریدنی آئی اور اس نے کہا کہ میرے یہاں کھانا کھا دیں گے اس نے کہا کہ میں سب انتظام کر چکی ہوں اس نے کہا نہیں

میں کھلاؤں گی اس نے کہا کہ اچھا پیر صاحب سے ہی انصاف کرالو۔ انہوں نے کہا کہ انصاف تو یہ ہے کہ جس کے یہاں ٹھہریں اسی کے یہاں کھائیں۔ اس نے کہا بہتر مگر میں نے مرغا کاٹا ہے تو پیر صاحب نرم ہو گئے اور کہا کہ اچھا بی پھر تو ہی اجازت دیدے اس کے گھر کھالوں تو گھر والی گالی دے کر کہتی ہے جا تو ہی لے جا پیر سے یوں تون کرالے۔ پیر صاحب آخر شریف آدمی تھی بہت غصہ آیا نہ یہاں کھایا نہ وہاں واپس چلے آئے اور خود پیری مریدی ہی سے ہمیشہ کے لئے توبہ کرلی۔

اہل دنیا سے نفرت

۲۰۸- فرمایا نظام دکن محبوب علی خان صاحب نے ایک دن مقرر کیا مزارات پر حاضر ہونے کا اور صبح سے شام تک مزارات پر حاضری دیتے رہے جہاں جہاں گئے استقبال کیا گیا نذریں پیش کی گئیں اور ان کی طرف سے عطائیں ہوئیں جب مرزا صاحب کے مزار پر حاضر ہوئے جو ہمارے ماموں صاحب کے پیر تھے پھر وہاں کے صاحب سجادہ کو اطلاع ہوئی اور ماموں صاحب کو بھی اطلاع دی جو اسوقت احاطہ مزار میں کچھ پڑھ رہے تھے۔ صاحب سجادہ تو دوڑ پڑے مگر انہوں نے التفات بھی نہ کیا جب اندر آئے یہ کھڑے ہو گئے اور سلام کیا انہوں نے یا انہوں نے غرض سلام مسنون ہوا۔ نظام نے نذر دی۔ انہوں نے کہا کہ میرا حق نہیں ہے صاحب سجادہ کو دیجئے۔ انہوں نے ان کا نہ استقبال کیا نہ مشایعت کی اور ان کے جانے کے بعد بیٹھ گئے۔ مصاحب لوگوں کو خیال ہوا کہیں ایسی بے اعتنائی سے ناراض ہوئے ہوں اس لئے عرض کیا حضور یہ ایسے ہی ہیں مدہوش سے شاہوں کے آداب سے واقف نہیں نواب صاحب بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا تم اس شخص کو مدہوش کہتے ہو واللہ اگر آج میں اس کو نہ دیکھتا تو اپنے سارے دن کو ضائع سمجھتا پھر کسی مصاحب کو بھیج کر ان سے درخواست کی کہ مجھے سیری نہیں ہوئی کسی وقت تشریف لائیے انہوں نے کہا غریبوں کو کیا واسطہ شاہوں سے۔ نواب صاحب نے کہا کہ بادشاہ ہو کر نہیں نیاز مند ہو کر درخواست کرتا ہوں اور پھر سواری بھیجی تو آپ نے کہلا بھیجا مجھ کو یہاں اپنی حکومت میں رہنے بھی دیں گے یا نہیں۔ ”ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست“ اگر زیادہ پریشان کریں گے

کہیں چلا جاؤں گا۔ بہت ہی آزاد تھے لیکن خوداتنی آزادی ہی طریق لوازم سے نہیں۔ یہ بھی ایک رنگ ہے۔

حیدرآباد کے مشائخ

۲۰۹ - فرمایا حیدرآباد میں ایک پیر صاحب تھے کیا کہوں ان کا ایک رسالہ بھی یہاں آیا تھا خرافات عقیدوں سے بھرا ہوا۔ میں نے اس کی لوح پر اسکا باطل ہونا لکھ دیا تھا کہ کسی دیکھنے والے کو غلطی نہ ہو۔ ایک دفعہ جب میں حیدرآباد گیا تھا میں نے وعظ میں ایسے (جس میں اہل بدعت مبتلا ہیں) مسائل کا بھی ذکر کیا تھا۔ سب سامعین نے مسرت ظاہر کی مگر میری واپسی کے بعد وہاں کے بعض مشائخ نے ایک وفد کی صورت میں جا کر نظام سے عرض کیا کہ ان کا داخلہ حیدرآباد میں قانوناً بند کر دیجئے ان کے ایسے عقائد ہیں یہ سارے ملک کو بگاڑ دیں گے مگر نواب صاحب نے فرمایا کہ ہم مسائل نہیں جانتے تم سب اعتراضات لکھ کر وہاں بھیجو اور وہاں سے جو جواب آوے وہ سب ہم کو دکھلاؤ۔ اس کے بعد ہم رائے ظاہر کریں گے پھر کسی کی ہمت نہیں ہوئی۔

امراء کا ممنون نہ ہونا چاہئے

۲۱۰ - فرمایا ایک دفعہ بہاول پور جانا ہوا مولوی رحیم بخش صاحب نے بلایا تھا۔ وہاں کے معمول کے موافق اکیس روپیہ دعوت کے اور ڈیڑھ سو روپیہ خلعت کے دینے چاہے۔ میں نے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا اب تو حساب وغیرہ بھی لکھا جا چکا۔ واپسی مشکل ہے میں نے کہا کہ واپسی کے لکھنے کی ضرورت نہیں وہاں لکھا ہوا رہنے دیجئے۔ اس رقم کو مستحقین بیت المال پر صرف کر دیجئے مگر انہوں نے واپسی ہی لکھ دی۔ انہوں نے دیتے وقت یہ بھی کہا تھا کہ پھر بھی جب جب آؤ گے ملا کرے گا۔ میں نے کہا اپنی جان کو کون دق لگائے گا کہ جب ضرورت ہوا کرے گی خیال آیا کرے گا کہ چلو بہاولپور۔ اس واپسی کے بعد عمائد ریاست نے کچھ دینا چاہا۔ میں نے کہا کہ حلف لوں گا کہ اس واپسی کو تو اس میں کوئی دخل نہیں بلکہ پہلے سے ہی ارادہ تھا پھر حلف تو یاد نہیں مگر ان لوگوں نے اطمینان دلا دیا کہ اس کو کوئی دخل نہیں اور اس کی تائید اس سے ہو گئی کہ اس کی مقدار واپس شدہ رقم سے کم تھی۔ ان عمائد میں ایک ہندو نے بھی دس روپیہ دیئے اس کو دیتے

ہوئے ڈر تھا کہ شاید نہ لے مگر مولوی رحیم بخش صاحب نے سفارش کی کہ میرے دوست ہیں۔ میں نے کہا آپ میرے دوست ہیں۔ یہ آپ کے دوست ہیں اور دوست کا دوست دوست ہوتا ہے۔ اور اس لئے بھی لے لئے کہ اس کی دل شکنی اور تعصب کا گمان نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے امراء کا ممنون نہ ہونا چاہئے مگر اکرام ان کا بھی کرے۔ بات یہ ہے کہ غریب تو خود ممنون ہوتا ہے کہ ہماری چیز لے لی اور امراء یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے دے کر اس کو خرید لیا۔

ایک مشکل کا حل

۲۱۱- فرمایا امام غزالیؒ نے ایک بڑی مشکل بات لکھی ہے کہ جس کمال کے گمان پر کوئی کسی کو کچھ دے اور اس کے اندر وہ کمال نہ ہو تو لینا جائز نہیں اس لئے کہ اسمیں دھوکہ دینا ہے۔ اس پر ایک صاحب نے شبہ کیا کہ بزرگوں کو لوگ بزرگ سمجھ کر دیتے ہیں اور بزرگ حضرات خود کو بزرگ نہیں سمجھتے تو یہ دھوکہ ہوا۔ جواب میں فرمایا کہ حضرت امام کا کلام مجمل ہے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے آپ کو بناوے اور دھوکہ دینے کے لئے کمال ظاہر کرے پھر فرمایا کہ امام غزالیؒ ہر تحقیق میں بہت دور پہنچتے ہیں اس لئے احیاء العلوم کے معیار پر کوئی اتر جائے بہت مشکل ہے حضرت امام کا معیار ہی بہت عالی ہے۔ چونکہ خود محتاط ہیں چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی اسی درجہ پر پہنچا دیں مگر ہم جیسے ضعفاء وہاں کہاں پہنچ سکتے ہیں اس لئے اس وقت مشائخ کو تسہیل کی ضرورت ہے۔

یکشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۵۷ھ مسجد خواص میں بعد عصر

حضرت حاجی صاحب رحمہ کا حسن اخلاق

۲۱۲- فرمایا مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب کے دولت خانہ کے پاس ایک رباط تھی لوگ اس میں آ کے ٹھہرتے تھے۔ میں بھی اس کو اس واسطے ترجیح دیتا تھا کہ حضرت کا قرب رہے۔ حضرت غایت ضعف کے سبب اکثر اوقات گھر ہی میں نماز پڑھتے تھے۔ میں نے ایک دن بعد ظہر دیکھا کہ حضرت تشریف لا رہے ہیں میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا حضرت سے چلا نہ جاتا تھا۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت نے اس وقت کیسے تکلیف فرمائی فرمایا تم لوگ ہر روز آتے ہو کبھی تو ہم کو بھی آنا چاہئے۔ جب رباط پہنچے تو سب درجوں کے لوگ نیچے کے ہی درجہ میں آ گئے۔ حضرت بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں اٹھ کر اوپر کے درجہ کا ارادہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ سب یہیں حاضر ہیں زائد تکلیف کیوں فرمائی جائے فرمایا نہیں ان کے پاس نہ جائیں گے ان کی دل شکنی ہوگی۔ پھر سب درجوں میں تشریف لے گئے سوائے میرے درجہ کے جو سب سے اوپر تھا۔ میں نے عرض کر دیا تھا کہ مجھے اس سے تکلیف ہوگی۔ یہ حالت تھی اخلاق کی۔ نیز جب ہندوستان کا قافلہ رخصت ہوتا تو پیادہ مشایعت فرماتے۔ خدام اونٹوں پر سے اترنا چاہتے تو روک دیتے۔ جب اول بار میں والد صاحب کے ہمراہ حاضر ہوا تو حضرت ہی کے مکان پر قیام ہوا خیال یہ تھا کہ غسل وغیرہ کر کے خدمت میں حاضر ہوں گے۔ میلے کچیلے جہاز کے سفر سے آئے تھے مگر دیکھا تو حضرت خود ملنے کے لئے تشریف لے آئے اور فرمایا سب ملتے جاؤ اور اپنا نام بتاتے جاؤ میں کسی کو نہیں پہچانتا اور سب کو گلے لگایا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے حضرت رحمت مجسم تھے اسی واسطے حضرت سے فیض زیادہ ہوا۔ جس شیخ کو اپنے خادموں سے زیادہ محبت ہوگی۔ اس سے نفع زیادہ ہوگا ہمارے حضرت کی شفقت بہت عام تھی۔ اور مجھ سے بھی بہت محبت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ اگر میں تھانہ بھون جاؤں تو کہاں ٹھہروں۔ لوگوں نے ایک عزیز جو دور کے ہیں ان کا نام لیا۔ فرمایا نہیں جی وہاں نہیں اشرف علی کے پاس۔ ایک صاحب یہاں کے رہنے والے مولوی محمود تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے وہاں کے درختوں اور دیواروں تک کو دریافت فرمایا کہ وہ درخت قائم ہے یا نہیں اور وہ دیوار قائم ہے یا گر گئی۔

اسی سلسلہ میں فرمایا حاجی عبدالکریم تھانوی اپنی والدہ کو حج کرانے گئے تھے اور حضرت غدر کے وقت سے گئے ہوئے تھے اس لئے نئے لوگوں کو پہچانتے نہ تھے۔ یہ دور بیٹھ گئے کچھ دیر میں خود بخود فرمایا کہ اس وقت مجلس میں بوئے وطن آتی ہے کیا کوئی شخص وطن کا تو نہیں تب یہ ملے اور عرض کیا کہ میں تھانہ بھون کا رہنے والا ہوں۔ فرمایا کہاں بیٹھ گئے تھے یہاں آؤ ان سے ملے اسی سلسلہ میں فرمایا حکیم معین الدین صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب کے بیٹے شکاری بہت تھے ایک زمانہ میں تھانہ بھون بھی مدرس رہے تھے خود کہتے تھے کہ میں نے تھانہ بھون کے جنگل میں

ایک ہرن شکار کیا اور اسکی کھال ایک حاجی کے ہاتھ حضرت کی خدمت میں بھیجی تو پیش کرتے ہی فرمایا کہ اس کھال میں سے بوئے وطن آئی ہے انہوں نے عرض کیا کہ حضرت تھانہ بھون کا ہرن تھا تو حضرت بہت خوش ہوئے اور قبول فرمالی۔

خدمت مشائخ

۲۱۳ - فرمایا میں نے حضرت مولانا گنگوہی سے ایک دفعہ عرض کیا کہ حضرت کی کچھ کرامتیں بیان فرمادیجئے تاکہ جمع کرلوں۔ فرمایا تم نے ایسی چیز کی فرمائش کی کہ میں نے حضرت کو کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔ پھر فرمایا اگر ہم جمع کرنا چاہتے تو ہزاروں جمع کرلیتے۔ اصل میں صحیح پہچاننے والے اپنے بزرگوں کے یہ حضرات تھے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک کرامت

۲۱۴ - فرمایا حضرت کے بھتیجے تھے حافظ احمد حسین۔ ان کے لڑکے تھے محمد مقصود، ہندوستان ہی میں رہتے تھے۔ انہیں میں نے دیکھا ہے بڑے شوخ تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں جا کر رہوں۔ اس وقت حضرت گنگوہیؒ حج کو جارہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھ کو بھی لے جایئے۔ حضرت گنگوہیؒ میں شان انتظام بہت تھی۔ فرمایا شوخ بہت ہیں کیا کریں گے جا کرکے بجز اسکے کہ حضرت کو تنگ کریں یہ کسی اور قافلہ کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت مولانا کو بھی اطلاع ہوگئی۔ اتفاق سے وہ قافلہ حضرت گنگوہی سے پہلے پہنچ گیا تھا۔ جب مولانا گنگوہیؒ پہنچے اور مقصود کو نہ دیکھا تو اول تو یہ سمجھا کہ شاید مقصود گھر میں ہو جب کئی دن ہوگئے تو حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت مقصود کہاں ہے فرمایا کون مقصود؟ عرض کیا حضرت کا پوتا وہ ہم لوگوں سے پہلے ایک قافلہ میں آیا ہے۔ فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون'' بس جی کہیں گم ہوگیا۔ اور ایک بار یہ فرما کر خاموش ہوگئے پھر حج کے لئے عرفات تشریف لے گئے اور خدام سے فرمایا کوئی مسجد میں نماز کو جائے گا دیوان جی اللہ دیا نے عرض کیا حضرت میں جاؤں گا۔ فرمایا فلاں جگہ کنوئیں کے فلاں جانب ایک لڑکا سانولا ایک آنکھ کا رو رہا ہے اسے لے آنا۔ انہوں نے دیکھا کہ واقعی ایسا ایک لڑکا کھڑا رو رہا ہے یہ اس کو لے آئے مزدلفہ تک مقصود کو حضرت نے اپنے ساتھ اونٹ پر بٹھلا

کیا۔ اس نے تمام راستہ مولانا کی شکایت کا دفتر کھول دیا۔ اور مولانا کا اونٹ ایک اونٹ کے فصل سے حضرت کے اونٹ کے پیچھے تھا حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری مولانا کے ساتھ تھے آواز سب آتی تھی انکو یقین ہو گیا کہ بس آج مقصود نے حضرت کو مولانا سے ضرور خفا کر دیا۔ مگر مولانا وہ کوہ وقار تھے کہ ان پر کچھ اثر ظاہر نہیں حضرت شکایتیں سنتے رہے اور تسبیح پڑھتے تھے۔ جب مزدلفہ آیا اور اونٹ سے اترنے لگے۔ اس وقت حضرت نے فرمایا مقصود تو نے جو شکایات کی ہیں میں تجھے جھوٹا نہیں کہتا مگر مولوی رشید احمد نے جو کچھ کیا ہے وہ میری محبت میں کیا تیرے بغض میں نہیں کیا۔ پھر مکہ میں جب مجلس میں سب جمع ہوتے تو حضرت فرماتے مقصود بتلا ان سب میں تیرا سب سے بڑا دشمن کون ہے مقصود کہتا کوئی نہیں۔ تو مولانا کی طرف اشارہ کر کے فرماتے دیکھ یہ سب سے بڑے تیرے دشمن ہیں چونکہ وہ حضرت مولانا کا معتقد ہو گیا تھا بہت شرمندہ ہوا۔ اس مقصود کو پیرانی صاحبہ عربی سکھاتی تھیں کہ جب کسی دکان پر جاؤ اور کسی چیز کی قیمت پوچھنا چاہو تو یہ کہا کرو یا عم ھذا ابکم میاں مقصود یا عم ھذا ابکم یا عم ھذا ابکم کو سبق کی طرح رٹ رہے تھے مگر جب دکان پر پہنچے تو بھول گئے اور کہنے لگے یا عم انت بکم وہ سنکر بہت ہنسا۔

اعتقاد

۲۱۵ - فرمایا حضرت نے مولانا گنگوہیؒ سے فرمایا مولوی صاحب ہمارے گھر میں تم سے مرید ہونا چاہتی ہیں مرید کر لو۔ مولانا نے عرض کیا حضرت آپ کے ہوتے ہوئے فرمایا اسکا مدار اعتقاد پر ہے ان کو مجھ سے اعتقاد نہیں تم سے اعتقاد ہے۔ مولانا نے گھر میں بھی فرمایا کہ حضرت کے ہوتے ہوئے مجھے کیا مناسب ہے انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے ان سے اعتقاد نہیں تم سے اعتقاد ہے۔

بزرگوں کا کہنا ماننا ہی ادب ہے

۲۱۶ - فرمایا مولانا گنگوہیؒ جب اول بار حضرت کی خدمت میں تھانہ بھون آئے تھے اس وقت مولانا شیخ محمد صاحب سے ایک مسئلہ میں اختلاف تھا خط و کتابت کیا کرتے تھے خیال ہوا کہ خط و

کتابت سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا زبانی گفتگو کر لیں گے۔مولانا اصل میں ایک برات میں رامپور آئے تھے وہاں خیال ہوا کہ تھانہ بھون چلیں۔حضرت کو اس گفتگو کے ارادہ کی اطلاع ہوئی تو منع فرما دیا۔حافظ محمد ضامن صاحب بہت تیز تھے فرمایا۔نہیں جی گفتگو کرو مگر حضرت کے فرمانے کے بعد کیسے کرتے۔پھر یہ داعیہ ہوا کہ بیعت کرلو۔جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہوا کہ طور پر تشریف لائے کس ارادہ سے اور مل گئی کیا دولت اور مولانا محمد قاسم صاحب کو اس کے قبل بیعت کر لیا تھا۔مگر مولانا گنگوہیؒ نے کئی روز بعد درخواست کی اس لئے ان کی بیعت کئی دن بعد ہوئی۔اور یہ بھی فرمایا کہ کچھ روز اور دیکھ لیا ہوتا۔بیعت میں حضرت طالب سے یہ کہلواتے تھے کہ کہو بیعت کی میں نے امداد اللہ سے۔سب یوں ہی کہہ دیتے تھے۔مگر حضرت گنگوہیؒ نے اس طرح فرمایا بیعت کی میں نے حضرت مرشد مولانا امداد اللہ صاحب سے تو فرمایا تم سمجھے۔مولانا چالیس روز حضرت کی خدمت میں رہے۔چلتے وقت حضرت نے فرمایا مجھ کو جو دینا تھا دیدیا اگر کوئی اللہ کا نام پوچھے بتا دیا کرو (جس کا حاصل بیعت و تلقین کی اجازت دینا تھا) مولانا بہت صاف تھے عرض کیا نا حضرت میں کسی کو مرید نہیں کروں گا مجھ میں ہے ہی کیا تیز ہو کر فرمایا ہم جانتے ہیں یا تم، مولانا ادب سے خاموش ہو گئے پھر جب گنگوہ پہنچے تو ایک بی بی تھیں مسماۃ کلثوم (غالباً یہی نام تھا) انہوں نے مولانا سے بیعت ہونے کی درخواست کی مولانا نے عذر فرما دیا۔اتفاق سے اس زمانہ میں حضرت بھی گنگوہ تشریف لے آئے ان بی بی نے حضرت سے شکایت کی کہ انہوں نے مجھ کو بیعت نہیں کیا حضرت نے مولانا سے فرمایا کیوں صاحب ہم نے کیا کہا تھا۔عرض کیا اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں آپ ہی کر لیجئے فرمایا یہ بھی کوئی بات ہے مجھ سے عقیدت نہیں تم سے ہے اچھا ہمارے سامنے کرو۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت نے جو مولانا سے یہ فرمایا تھا کہ جو کچھ دینا تھا وہ دے دیا اور اس پر مولانا نے عرض کیا میں تو ویسا ہی ہوں اور حضرت نے فرمایا تم جانتے ہو یا ہم، اس کی حقیقت ایک مثال سے سمجھئے کہ مریض جب اچھا ہے جب طبیب کہہ دے کہ تو اچھا ہو گیا خواہ مریض کی سمجھ میں نہ آوے اس لئے تو ایک حکیم فرماتے ہیں۔

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

طریق کا ادب

۲۱۷ - فرمایا حضرت حاجی صاحب اتنا ادب کرتے تھے طریق کا کہ جو لوگ حضرت کے خلفاء سے بیعت ہوتے اور وہاں تجدید کرنا چاہتے کہ برکت بڑھ جائے تو حضرت بیعت نہیں کرتے تھے ایک ناواقف صاحب نے دریافت کیا کہ آپ بھی تو اس زمانہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے فرمایا میں تو بعد غدر پیدا ہوا ہوں اور غدر ۱۲۷۴ء میں ہوا ہے اور میری ولادت ہے ۱۲۸۰ء کی تو میں اس وقت بیعت کیسے کر سکتا ہوں۔

حضرت گنگوہیؒ کا حضرت حاجی صاحب کے پاس قیام

۲۱۸ - ایک صاحب نے پوچھا کہ کیا حضرت گنگوہیؒ کا قیام حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں زیادہ نہیں رہا۔ فرمایا ابتداء میں صرف چالیس روز قیام رہا۔ مگر پھر بار بار آنا جانا رہا۔

مولانا یعقوب صاحب کی عفت اور تقویٰ

۲۱۹ - فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کو ایک صاحب نے بچپن میں بھی دیکھا تھا۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ ابتداء سے ہی عفیف اور متقی تھے اور ایک صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ جب غدر کی ہڑبونگ ہوئی مولانا کی تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ تھی مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے۔ تو چھ مہینہ کی تنخواہ نو سو روپیہ اکٹھی ملنے لگی مگر انکار فرما دیا کہ میں نے کام نہیں کیا۔ حکام نے عرض بھی کیا کہ آپ کام کے لئے آمادہ تو رہے فرمایا نہیں جب کام نہیں کیا تو تنخواہ نہیں لیتا۔

مولانا یعقوب صاحبؒ کا ایک خواب

۲۲۰ - فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا خیال جب دیوبند میں مکان بنانے کا ہوا تو مولانا نے دعا فرمائی چنانچہ اتنی رقم آ گئی کہ اس سے مکان بن گیا۔ پھر خواب میں جنت دیکھی اور اس میں ایک مکان دیکھا۔ نہایت عالی شان مگر اسکا ایک کنگرا ٹوٹا ہوا ہے پوچھا یہ مکان کس کا ہے تو

کسی نے کہا محمد یعقوب کا پھر پوچھا کہ اس کا کنگرہ ٹوٹا ہوا کیوں ہے جواب ملا انہوں نے دنیا میں مانگ لیا مولانا کا مقام ادلال یعنی ناز کا تھا۔ عرض کیا کہ حضور اگر کنگرے توڑ دیئے جائیں گے تو ہم تو سارا مکان کھا جائیں گے آپ کے خزانہ میں کیا کمی ہے اپنے خزانہ ہی سے عطا فرمایئے پھر معلوم نہیں کیا ہوا۔

تعلیم کا شوق

۲۲۱- فرمایا مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کبھی کبھی دہلی تشریف لاتے تھے اور یہ مولانا کی طالب علمی کے زمانہ کا قصہ ہے۔ مولانا اس وقت مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھتے تھے مولانا مملوک علی صاحب درس کے بہت پابند تھے کبھی ناغہ نہ فرماتے تھے۔ مگر ایک بار حضرت حاجی صاحب تشریف لائے تو مولانا نے فرمایا لو بھائی حاجی صاحب آ گئے اب سبق نہ ہوگا تو ہم کو بڑا غصہ آیا کہ یہ کہاں کے حاجی صاحب آئے کہ سبق ہی کا حرج ہو گیا اور یہ خبر نہ تھی کہ ہمیشہ ہی کا سبق چھڑا دیں گے کیونکہ پھر درس تدریس کا وہ رنگ نہیں رہتا چھڑانے کا یہی مطلب ہے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی مقبولیت

۲۲۲- فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ کی ایسی مقبولیت تھی کہ امراء و غرباء اور قلعہ کی بیگمات اور شہزادے وغیرہ سب ہی ادب کرتے تھے۔ مشائخ اعراس وغیرہ میں بلاتے مگر حضرت جاتے نہ تھے۔ ان لوگوں نے ایک بار عرض کیا کہ آپ تو چشتی ہیں گو آپ شریک نہ ہوں مگر آپ کے سلسلہ کے علماء سماع سے کیوں منع کرتے ہیں۔ صوفیوں کو مولویانہ جواب کیا مفید ہوتا ہے اس لئے فرمایا علماء کو کیا منع کردوں۔ دیکھتے ہو سماع کا کیا حال ہو گیا ہے منع کے قابل تو ہو ہی گیا ہے۔

اہل اللہ کسی کا دل نہیں توڑتے

۲۲۳- فرمایا قسطنطنیہ میں ایک سلسلہ مولویہ جو کہلاتا ہے مولانا رومی کی طرف منسوب ہے اس سلسلہ کے ایک شیخ جو نے بہت اچھی بجاتے تھے حج کرنے آئے۔ حضرت کی ایسی مقبولیت تھی

کہ وہ بھی اعتقاد کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری نے سن لیجئے۔ حضرت نے نہ سنی نہ دل شکنی کی۔ یہ ارشاد فرمایا کہ میں اس فن کو جانتا نہیں تو ناشناس کے سامنے کمال کا پیش کرنا اس کو ضائع کرنا ہے اس لئے معاف رکھو۔ البتہ اگر ہمارے مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی ہوتے تو وہ اس کے قدر دان تھے۔

حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں رسوم عرفیہ بالکل نہ تھیں

۲۲۴-فرمایا مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی جب مکہ معظمہ گئے وہاں بہت شیوخ جمع تھے تردد ہوا کہ کس سے رجوع کریں۔ خواب میں شیخ محب اللہ الہ آبادی کو دیکھا فرماتے ہیں۔

باغ مرا چہ حاجت سرو صنوبر ست — شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر ست

سمجھ گئے کہ اشارہ حاجی صاحب کی طرف ہے کیونکہ ان مشائخ میں صرف حضرت شیخ کے سلسلہ میں تھے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کسی نے مولانا موصوف سے کہا کہ آپ نے حضرت حاجی صاحب میں کیا دیکھا کہ بیعت ہو گئے۔ فرمایا اسی سبب سے بیعت ہو گئے کہ وہاں کچھ نہیں دیکھا یعنی کوئی بات رسوم عرفیہ کی نہیں دیکھی پھر فرمایا کہ اوپر کے مجموعی واقعات سے ظاہر ہوا کہ حضرت کے یہاں سب مختلف طبقات و مسالک کے لوگ سب جمع ہو جاتے تھے جیسے سمندر میں سب دریا آ کے جمع ہو جاتے ہیں حضرت ایسے اختلاف کے متعلق یہ فرمایا کرتے تھے۔

اختلاف خلق از نام اوفتاد — چون بمعنی رفت آرام اوفتاد

مولانا سلیمان صاحب پھلواری کی ظرافت

۲۲۵-فرمایا ایک بار مولوی سلیمان صاحب پھلواری جو بہت ظریف تھے فرمانے لگے کہ میں تھوڑا سا بدعتی ہوں سماع سن لیتا ہوں اور تھوڑا سا غیر مقلد ہوں جمع بین الصلوتین کر لیتا ہوں اور جانے کیا کیا ہوں۔ اسی سلسلہ میں فرمایا ایک دفعہ بہت سے مولوی جمع تھے اور کئی صاحبوں کا نام سلیمان تھا تو مولوی صاحب نے کہا سلیمان تو یہاں کئی ہیں مگر سلیمان بن داؤد ایک ہی ہیں ان کے والد کا نام داؤد تھا۔ مولوی صاحب کی ظرافت ہی کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ مولوی

صاحب نے وعظ میں ایک قصہ بیان کیا کہ ایک صاحب غیر مقلد بہت لڑاکا تھے ایک مسجد میں انہوں نے آمین بالجہر کہی اس وقت جماعت میں ایک گاؤں کا آدمی بھی تھا اس نے کہا کہ ہمارے گاؤں میں آ کر آمین کہو۔ پوچھا تمہارا گاؤں کہاں ہے اس نے پتہ نشان بتایا یہ بزرگ قصداً وہاں گئے اور نماز پڑھی آمین جہر سے کہی پھر کیا تھا لوگوں نے رفع یدین شروع کر دیا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا مولوی سلیمان صاحب مثنوی خوب پڑھتے تھے اور لوگ اسی شوق میں ان کے وعظ میں بیٹھتے تھے ان کا طرز ادا اور آواز دونوں چیزیں بہت اچھی تھیں اسی سلسلہ میں فرمایا کہ شاہ تجمل حسین مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے خادموں میں بڑے ظریف تھے وہ ہر چیز کی رجسٹری کیا کرتے تھے۔ ایک بار فرمانے لگے میں مولانا احمد حسن صاحب امروہی کے تو حسن کی رجسٹری کرتا ہوں اور مولوی سلیمان صاحب کی خوش آوازی کی۔

شاہ تجمل حسینؒ کا ذوق وشوق

۲۲۶- ان ہی شاہ تجمل حسین صاحب کے متعلق فرمایا کہ یہ صاحب ذوق وشوق تھے۔ ایک روزہ مکہ مکرمہ میں شافعی امام کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔ اکثر شافعی امام خوش الحان تھے لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے جس سے ذوق وشوق میں ترقی ہو جاتی تھی امام نے اپنے مذہب کے موافق دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر **اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ** پڑھا۔ مقتدی سب آمین کہہ رہے تھے اس منظر کو دیکھ کر ان کو بھی جوش ہوا دعائے قنوت تو یاد نہ تھی آپ نے بھی ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگنا شروع کی۔

پادشاہا جرم ما را در گذار ۔۔۔ ما گنہگاریم وتو آمرزگار

یہ طویل مناجات ہے شیخ فرید عطار کی۔ عرب لوگ تو خاموش رہے مگر ہندیوں نے بڑا شور مچایا یہ نماز میں تم نے کیا پڑھا نماز کہاں رہی۔ حضرت حاجی صاحب نے بھی سنا تو ہنسنے لگے مگر کچھ فرمایا نہیں۔ دیکھئے حضرت کی فقہ کی ایسی جزئیات پر نظر نہ تھی مگر کیا وہی جو فقہاء کا فتویٰ ہے یعنی نماز میں غیر عربی زبان میں دعا ناجائز ہے۔ مگر اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ باقی ناجائز فعل پر حضرت

نے نکیر کیوں نہیں فرمائی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرت کو ان کے غلبہ حال پر نظر تھی۔ یہی شاہ تجمل حسین صاحب کہا کرتے تھے کہ میں حضرت کا قوال ہوں غالباً حضرت ان سے مثنوی سنتے تھے۔

بعض لوگ نفل کا تو اہتمام کرتے ہیں مگر فرض کا خیال نہیں کرتے

۲۲۷-فرمایا ایک صاحب جو حج فرض کر چکے تھے نفل حج کے لئے جارہے تھے میں نے کہا کہ بعضے ضعفاء حج نفل تو ادا کرتے ہیں اور فرض نماز کو قضا کرتے ہیں ایسوں ہی کے لئے حضرت مسعود بک فرماتے ہیں ؎

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید　　　معشوق در ینجاست بیائید بیائید

اور مولانا فرماتے ہیں ؎

حج زیارت کردن خانہ بود　　　حج رب البیت مردانہ بود

اعتدال مطلوب اور غلو غیر مطلوب ہے

۲۲۸- ایک صاحب نے عرض کیا کہ مشہور یہ ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم نے پیدل حج کیا ہے اور راستہ میں نماز پڑھتے جاتے تھے فرمایا میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ سیر کی کتابوں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاز میں گئے تھے پیدل نہیں حج کیا پھر فرمایا کہ شیخ سعدی نے تو اس مبالغہ پر نکیر کیا ہے جہاں یہ حکایت لکھی ہے ؎

شنیدم کہ مردے براہ حجاز　　　بہر خطوہ کردے دو رکعت نماز

پھر الہام ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ جتنا وقت اس میں صرف کرتے ہیں دوسرے اور ضروری کاموں میں کیوں نہ صرف کریں اور اکابر نے تو ایسا ہی کیا ہے کہ ایسی کاوش نہیں کی مگر ناواقف لوگوں کا اب اس اعتدال سے اعتقاد ہی جاتا رہا۔ وہ غلو ہی کو بزرگی سمجھتے ہیں مگر یہ نفس کی پیروی ہے۔

مغلوب الحال معذور ہوتا ہے

۲۲۹- ایک صاحب نے حضرت رابعہ بصریہ کا ایک قصہ بیان کیا جو ظاہراً حدود سے باہر تھا ان ہی کی حکایت ہے کہ ایک دفعہ حج کیا اور حج کے بعد یہ دعا کی کہ اے اللہ میں ہر حال میں مستحق اجر

ہوں خواہ حج قبول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اگر قبول ہوا تو حج مبرور پر ثواب کا وعدہ ہے اور اگر نہ قبول ہوا ہو تو یہ ایک بڑی مصیبت ہوگی کہ اتنی مشقت کا یہ انجام ہوا جیسے شاعر کہتا ہے ۔

از در دوست چہ گویم بچہ عنوان رفتم ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم

اور مصیبت زدوں سے بھی آپ کا وعدہ ہے اجر دینے کا۔ ان مجاذیب کے بعض واقعات کی توجیہات نہیں ہو سکتیں اگر ہوں بھی تو محض تکلف، اس لئے یہی کہا جائے گا کہ غلبۂ حال تھا جس میں صاحب واقعہ معذور ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے چھوٹے بچے داڑھی پکڑ لیتے ہیں مگر کسی کو گراں نہیں گزرتا۔ اور اگر کوئی بڑے صاحب یہ حرکت کریں تو دیکھئے ان کی کیا گت بنے اور اگر وہ معذور کی تقلید کا عذر کرے تو اس سے یہ کہا جاوے گا کہ ۔

نازرا روئے بباید ہمچو ورد چوں نداری گرد بدخوئی مگرد

زشت باشد روئے نازیبا و ناز عیب باشد چشم نابینا و باز

پیش یوسف نازش و خوبی مکن جز نیاز و آہ یعقوبی مکن

چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش ہمچو او با گریۂ و آشوب باش

اور اگر کبھی غلبہ کے ساتھ مقاومت کی بھی قدرت ہو پھر مقاومت نہ کرے تو گوشمالی بھی ہو جاتی ہے، چنانچہ:-

ایضاً

۲۳۰ - ایک بزرگ تھے نازوالے شکستہ حال پراگندہ۔ ایک شہر کے دروازے پر پہنچے تو شہر پناہ بند۔ لوگوں سے پوچھا کہ دن میں شہر پناہ کیوں بند ہے۔ جواب ملا کہ بادشاہ کا باز چھوٹ گیا ہے اس لئے دروازے بند کر دیئے کہ کہیں نکل نہ جائے۔ آپ نے عرض کیا کہ حضور ایسوں کو تو سلطنت دے رکھی ہے جن میں اتنی بھی عقل نہیں ایک ہم ہیں عقل بھی علم بھی مگر ضروریات سے بھی تنگ اس پر عتاب ہوا اور ارشاد ہوا کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا علم و ورع اور افلاس اس کو دے دیا جائے اور اس کی سلطنت اور بے عقلی تم کو دیدی جائے بس کانپ اٹھے اور توبہ کی۔

حضرت پر قبض کی حالت کا طاری ہونا

۲۳۱-فرمایا ایک دفعہ مجھے شدید قبض ہوا اور اتنی پریشانی تھی کہ وسوسے آتے تھے کہ خودکشی کر لوں بس یہ حال تھا کہ ۔

اس درد دل سے موت ہو یا دل کو تاب ہو　　قسمت میں جو لکھا ہے الٰہی شتاب ہو

ایک دن یہ وسوسہ غالب ہوا کہ کام کرنے والے میں حسب استعداد طلب بھی ہے جس پر عطا کا مدار ہے اور ان کو اس طلب کا علم بھی ہے اور وہ عطا پر قادر بھی ہیں کہ جلد کامیاب کر دیں اور وہاں رحمت بھی ہے کہ قدرت کے مقتضا کی تکمیل فرما ہی دیں تو پھر کامیابی میں دیر کیوں ہوتی ہے اسی الجھن میں مثنوی کھولی تو ایسا صاف جواب نکلا کہ سب شبہات دور ہو گئے ۔

چارہ می جوید پے من درد تو　　می شنودم دوش آہ سرد تو

اس میں طلب اور علم کا اثبات ہے ۔

می توانم ہم کہ بے این انتظار　　رہ نمایم واد ہم راہ گذار

اس میں قدرت کا اثبات ہے ۔

تا ازیں طوفان دوران وارہی　　بر سر گنج وصالم پا نہی

اس میں رحمت کی طرف اشارہ ہے ۔

لیک شیرینی ولذات مقر　　ہست بر اندازہ رنج سفر

آنگہ از فرزند وخویشاں برخوری　　کز غریبی رنج ومحنت ہا بری

اس میں جواب ہے اثبات حکمت کے ساتھ ۔ حاصل اس جواب کا یہ ہوا کہ سب مقدمات تو ذہن میں لائے مگر حکمت کا مقدمہ ذہن میں نہ لائے کہ حکمت اسی کو مقتضی ہے بس یہ دیکھ کر بہت ہی تسلی ہوئی اور سچ تو یہ ہے کہ اگر مولانا زندہ ہوتے اور میں ان کو اپنی حالت کا خط لکھتا تو وہ جواب میں یہی لکھتے ۔

مثنوی کے متعلق رائے

۲۳۲-مگر اسی کے ساتھ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ مثنوی کا دیکھنا ہر شخص کو جائز نہیں گو میں خود اس

میں مبتلا ہوں ہاں اس شخص کے لئے مثنوی نافع ہے جسے اس فن سے کامل مناسبت ہو ورنہ نہیں جیسے قرآن شریف کا ترجمہ کہ عوام کو تو پڑھنا خطرناک ہے لیکن جن لوگوں کو مناسبت ہے کہ سب ضروریات پر نظر رکھتے ہیں ان کو جائز ہے ۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ترجمہ قرآن شریف پر یاد آیا۔ تحصیل کنڈہ میں ایک تحصیلدار صاحب میرے دوست تھے انہوں نے مجھ کو بلایا تھا وہاں ایک ابلہد ملے بوڑھے اور بہت نیک قرآن کی تلاوت کے پابند تہجد کے پابند مترجم قرآن شریف لائے اور یہ آیت نکالی ''یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا '' اور کہنے لگے کیا تلاوت میں لفظ ''راعنا'' چھوڑا جائے کیونکہ قرآن شریف میں اس سے منع فرمایا ہے کہ نہ کہو ''راعنا'' میں نے کہا کہ میں اس واقعہ کو دیکھ کر فتوی دیتا ہوں کہ تم کو ترجمہ دیکھنا حرام ہے اور ایسے شخص کے لئے ایسا فتوی کیونکر نہ دوں جس نے یہ معنی لئے ''لا تقولوا'' کے کہ قرآن شریف میں بھی نہ پڑھو۔

غرض جس طرح طب کی کتابیں مفید تو ضرور ہیں مگر طبیب کے لئے مفید ہیں ۔ مریض کے لئے مفید نہیں ایسے ہی قرآن شریف کے ترجمہ کا مطالعہ علوم دینیہ کے واقف کے لئے تو بہت مفید مگر جاہل کے لئے مضر۔ آج کل پنجاب میں کثرت سے اور بھی بعض جگہ ترجمہ قرآن شریف کا بہت رواج ہو گیا ہے اور ان ترجمہ سنانے والوں پڑھانے والوں میں بعض نے تو ایسی تفسیر بالرای کی ہے کہ تحریف تک کی نوبت آ گئی۔

فقط از جامع دوشنبہ ۲۳ رجب کو احقر سامان درست کرنے کی ضرورت سے بعد عصر شریک مجلس نہیں ہوا۔ اور سہ شنبہ ۲۴ رجب کو صبح آٹھ بجے کی گاڑی سے حضرت اقدس نے تھانہ بھون کی طرف تشریف بری شروع فرما دی ۔ اس لئے جس قدر ملفوظات لکھنؤ میں احقر نے ضبط کئے تھے افادۂ عام کے لئے پیش ہیں ۔ امید ہے کہ حضرات ناظرین صاحب ملفوظات و جامع و ناشر سب کے لئے دعا فرمائیں۔

احقر جمیل احمد تھانوی عفا اللہ عنہ

۱۰ رمضان ۱۳۵۷ھ